کرتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسان ہوں یا جانور، سبھی کو زندہ رہنے کے لیے آکسیجن کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ یہ آکسیجن درختوں اور پودوں کے سوا قدرتی طور پر اور کہیں سے میسر نہیں ہوسکتی۔ حیوانات اور صنعتی کارخانوں اور دیگر انسانی سرگرمیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ و ہائیڈروجن وغیرہ کو جذب کرکے آکسیجن میں تبدیل کرنے کا کام بھی یہی جنگلات کرتے ہیں، اسی وجہ سے ماہرین درختوں اور پیڑ پودوں کو آکسیجن کی فیکٹریاں کہتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق ان جنگلات میں جس قدر کمی واقع ہوتی جائے گی، اسی قدر کاربن ڈائی آکسائیڈ میں اضافہ ہوتا رہے گا، جس کے نتیجے میں عالمی حرارت میں اضافہ اور اوزون کو نقصان پہنچنے کی وجہ سے انسانوں میں بیماریوں کا پھیلاؤ عام ہوجائے گا۔(18)

درخت ماحولیات کا ایک اہم عنوان ہیں جو نہ صرف ماحول کو خوشگوار رکھتے ہیں بلکہ ماحولیاتی آلودگیوں کے تدارک میں بھی بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے درختوں کو زمین کی زینت قرار دیا ہے۔ درختوں اور پیڑ پودوں کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار متعدد زاویے سے ان کی اہمیت بیان کی ہے۔ ایک جگہ اناج، سبزہ اور گھنے باغات کی پیدائش کو یوں بیان کیا ہے:

وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا۔لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا۔وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا۔(19)

ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا تاکہ ہم اس پانی کے ذریعے غلہ اور سبزی اور گھنے باغات پیدا کریں۔

قرآن مجید میں درختوں اور نباتات کے نظام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر آسمان سے برسائے جانے والے پانی اور اس کے فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ۔یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ النَّخِیْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ۔اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔(20)

"وہی ہے جو تمھارے فائدے کے لیے آسمان سے پانی برساتا ہے جسے تم پیتے بھی ہو اور اس سے اگے ہوئے درختوں سے تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو۔ اس سے وہ تمھارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ بے شک ان لوگوں کے لیے تو اس میں نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔"

درختوں اور پودوں سے جہاں پھل فراہم ہوتے ہیں، غلہ اور اناج حاصل ہوتا ہے، وہیں شدید دھوپ میں راہ

گیروں کو سایہ بھی میسر آتا ہے۔ خالقِ کائنات نے درختوں اور دیگر اشیاء کے سایے کا تذکرہ قرآن کریم میں بطور احسان فرمایا ہے:

وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا۔(21)

"اور اللہ ہی نے تمھارے لیے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے سایے بنائے ہیں۔"

آسمان وزمین، پہاڑ وجنگل، پرندے اور باغات، وادیاں اور آبادیاں یہ سب کچھ اللہ رب العزت کے متوازن نظام کا شاہکار ہیں۔قرآن کریم واضح الفاظ میں پوری انسانیت کو یہ پیغام دیتا ہے کہ یہ دنیا برتنے کے لیے انسان کو عطا کر دی گئی ہے۔اس میں موجود تمام نعمتیں انسان کے لیے وقف ہیں، مگر اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ان نعمتوں کو اعتدال کے ساتھ استعمال کرے۔قرآن کریم واضح طور پر کہتا ہے:

کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰہِ وَ لَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ۔(22)

''اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو، اور زمین میں فساد نہ کرو۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میانہ روی اختیار کرو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو میانہ روی کے قریب رہو۔''(23)

اللہ کے رسول ﷺ نے شجر کاری کی جانب متوجہ کرتے ہوئے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

"جو مسلمان درخت لگائے پھر اس میں سے کوئی کھائے تو لگانے والے کو صدقے کا ثواب ملے گا اور جو چوری ہو جائے اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا۔اور جو درندے کھا جائیں اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا اور جو پرندے کھا جائیں اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا اور نہیں کم کرے گا اس کو کوئی مگر صدقے کا ثواب ہوگا۔"(24)

ایک اور موقع پر آپ نے کاشتکاری اور بنجر و غیر استعمال زمین کو کاشت کے لیے استعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: "جس کے پاس زمین ہو وہ اس میں خود کھیتی کرے یا اپنے مسلمان بھائی کو دے دے کہ وہ کھیتی کرے۔"(25)

احادیثِ نبوی میں بلاضرورت درختوں کے کاٹنے پر شدید وعید آئی ہے۔ابو قتادہ بن ربعیؓ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جنازہ آرام والا ہے یا آرام دینے والا ہے۔صحابہ نے دریافت کیا کہ اس سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان بندہ جب فوت ہو جاتا ہے تو دنیا کی تکالیف اور صدمات سے چھوٹ کر وہ

آرام کرتا ہے۔ اور جس وقت کافر آدمی مرتا ہے تو اس سے انسان (وجنات) بستیاں اور درخت اور جانور آرام حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ بندوں کو ستایا کرتے تھا اور وہ درختوں کو کاٹتا تھا اور ناحق جانوروں کو مارتا تھا۔(26)

تعلیمات نبوی ﷺ ہی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ شجر کاری کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ صدقے کی نیت سے درخت لگاتے تھے۔ جیسا کہ ایک شخص نے حضرت ابوالدرداءؓ کو اخروٹ کا پودا لگاتے ہوئے دیکھا تو کہا: آپ یہ پودا لگا رہے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہیں اور یہ پودا اتنے عرصے کے بعد پھل دیتا ہے؟ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا: میرا اس میں کیا نقصان ہے کہ اس کا اجر مجھے ملے اور اس کا پھل دوسرے کھائیں۔(27)

شجر کاری اور کاشت کاری کی اہمیت وفوائد کے نظر اسلام نے افتادہ سرکاری زمینوں کے بارے میں یہ اصول مقرر کیا کہ جو شخص بھی اس میں کاشت کاری کرنا چاہے حکومت کی اجازت سے کرسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسی اراضی قبضے میں لے کر پھر اسے آباد کرنا چھوڑ دے تو زمین اس سے لے کر ایسے شخص کے حوالے کردی جائے گی جو اس میں کاشت کاری کرے۔(28)

ماحولیات کے تحفظ کے حوالے سے قرآن حکیم کی درج ذیل آیت بھی توجہ طلب ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ اخنس بن شرین نامی ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی محبت کا یقین دلایا۔ مگر وہ درحقیقت منافق تھا، پھر جب وہ واپس ہوا تو راستے میں مسلمانوں کی فصلوں، کھیتوں اور جانوروں کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کی فصلوں کو جلا ڈالا اور جانوروں کو ہلاک کردیا۔ اس موقعے پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِکَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ۔(29)

اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو (برباد) اور (انسانوں اور حیوانوں کی) نسل کو نابود کردے اور خدا فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا۔

یہاں اللہ تعالیٰ فساد سے منع فرما رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ فساد کی بعض شکلوں کی وضاحت بھی فرما رہا ہے کہ بلاسبب فصلوں کو نقصان پہنچانا اور جانوروں کو ہلاک کرنا فساد فی الارض ہے۔ کیونکہ یہ وسائل کا، مظاہر فطرت کا ضیاع ہے۔ اور انسان کو قدرت واختیار سے اس لیے نہیں نوازا گیا کہ وہ ان نعمتوں کو ضائع کرتا پھرے۔ یہ نعمتیں پوری انسانیت کا اثاثہ ہیں۔ کسی فردِ واحد کو ان کو ضائع کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ یہ فساد و بگاڑ فسادِ عظیم ہے، اس سے بڑا کوئی فساد نہیں۔

رسول اللہﷺ کی قدرتی ماحول کے تحفظ پر حساسیت، آج کے دور میں ماحولیات کے علم برداروں کی طرف سے طبیعات کے توازن کو برقرار رکھنے کی کوششوں اور حساسیت سے کہیں زیادہ دور اندیشی پر مبنی تھی۔ تحفظِ ماحولیات کے حوالے سے آپ نے کئی عملی اقدامات کیے۔ مثال کے طور پر مدینہ منورہ پہنچتے ہی آپ نے اسے حرم قرار دیتے ہوئے وہاں پر درختوں اور جڑی بوٹیوں کے کاٹنے اور جانوروں کی ہلاکت کی ممانعت کردی۔ آپ نے پرندوں کے گھونسلوں کو بھی تباہ نہ کرنے اور ان کے انڈوں کو نہ توڑنے کی تلقین فرمائی۔ چراگاہیں تعمیر کروائیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں کھجور کے درخت اپنے دستِ مبارک سے لگائے۔ مسلمان فوجوں کو اس بات کی ہدایت تھی کہ وہ بستیوں کو ویران اور فصلوں کو خراب نہ کریں۔(30)

قرآن کریم کی آیات اور رسول اللہﷺ کی تعلیمات سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ہر چیز میں اعتدال مطلوب ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ دنیا ترقی کی راہ پر گامزن رہے تو نظام کائنات کا توازن بھی برقرار رہے گا اور ماحولیات کا بھی تحفظ ہوگا۔

جانوروں کا تحفظ:

جانوروں کی دنیا (Animal Kingdom) بہت وسیع ہے، اس کی وسعت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ حیوانات کی 70 فیصدی تعداد جنگلوں میں رہتی ہے اور بعض جانوروں کی اقسام انسانی آبادی میں گھل مل کر رہتی ہیں، جن سے انسان اپنی متعدد بلکہ بے شمار ضرورتیں پوری کرتا ہے، دودھ، سواری، بار برداری، گوشت، اون، حرارت وغیرہ بے شمار فوائد کے حصول کے لیے ان ہی جانوروں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے ان منافع کو متعدد مقامات پر اجمالاً اور کہیں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ج لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ط وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔(31)

"اور اسی نے چوپایوں کو بنایا ان میں تمھارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمھاری رونق بھی ہے جب کہ شام کے وقت لاتے ہو اور جب کہ صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو اور شہروں

میں جہاں تم زحمت شاقہ کے بغیر پہنچ نہیں سکتے وہ تمھارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ تمھارا پروردگار نہایت شفقت والا اور مہربان ہے۔ اور اسی نے گھوڑے اور خچر پیدا کیے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمھارے لیے زینت بھی ہیں۔ اور وہ پیدا کرتا ہے جن کی تم کو خبر نہیں ہے۔"

ماحولیات کے تحفظ میں جانور بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بہت سے ایسے زہریلے جانور ہیں، جو فضا میں موجود زہریلی گیسوں کو پی لیتے ہیں۔ بعض جانور دوسری موذی جانوروں سے بچاؤ کا سبب بھی ہوتے ہیں۔ ماحولیات کے تحفظ کے لیے جانوروں کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ اسلام نے بے ضرر جانوروں کو بلاوجہ مارنے اور محض شوقیہ شکار کرنے سے منع کیا ہے۔ چنانچہ شریر بن سویدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو کسی پرندے کو بطور تفریح قتل کرے گا، وہ کل قیامت کے دن اللہ عزوجل کے سامنے فریاد کرتے ہوئے کہے گا کہ اے رب! فلاں نے مجھے تفریح کے طور پر قتل کیا، اور کسی فائدے کی خاطر قتل نہیں کیا۔'' (32)

بلا جواز جانوروں کے شکار کی وجہ سے آج دنیا سے بے شمار جانوروں کی نسلیں معدوم ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ تحفظ حیوانات کی تنظیمیں سر توڑ کوششیں کر رہی ہیں کہ جانوروں کی معدوم ہوتی نسلوں کو کسی طرح سے بچا لیا جائے۔ جانوروں کے تحفظ اور ان کی نسلوں کی بقا کے ضمن میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات بالکل واضح ہیں کہ کسی بھی جاندار مخلوق کی نسل کشی نہ کی جائے؛ کیونکہ ہر جاندار مخلوق کا ایک سماجی وجود ہے اور انسان کی طرح وہ بھی ایک امت ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِیْ الاَرْضِ وَلاَ طَائِرٍ یَطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُم مَّا فَرَّطْنَا فِیْ الکِتَابِ مِن شَیٍ۔ (33)

''اور کوئی جانور نہیں جو زمین پر چلتا ہو اور کوئی پرندہ نہیں جو فضا میں اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتا ہو، مگر یہ سب تمہاری ہی طرح امتیں ہیں، اور ہم نے اپنی کتاب میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔''

اسلام نے یہ بات بہت پہلے بتا دی تھی کہ جانور انسانوں کی ضرورت اور ماحولیات کی زینت ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے استعمال کے لیے بنایا ہے، اس لیے ان کی نسلوں کا تحفظ انسان کی ذمے داری ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی جانوروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے اور انھیں بلا جواز مارنا تو درکنار برا بھلا کہنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ (34)

حاصلِ کلام

اسلام قدرتی وسائل پر نہ صرف انسانوں کا بلکہ دنیا کی تمام مخلوقات کا مساوی حق تسلیم کرتا ہے۔اسی طرح مستقبل کی نسلوں کا بھی ان قدرتی وسائل میں حق محفوظ رہنا چاہیے۔امام ابو یوسف کے نزدیک: وہ شخص جو قدرتی ماحول کو ٹھیک طرح سے نہیں سمجھتا، اسلامی شریعت کے نفاذ کے مناسب طریقہ کار کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔(35)

قدرتی ماحول میں بگاڑ کی اہم وجہ انسان کی حریص طبیعت اور ضائع کرنے والی فطرت ہے۔قرآن کریم نے فساد پھیلانے سے بڑی تاکید کے ساتھ منع کیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (36)

اور زمین میں اس کی درستی کے بعد فساد نہ مچا۔

درحقیقت آلودگی بھی ایک ہمہ گیر فساد ہے، جس کے دامن میں تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔فساد، نظامِ فطرت میں تبدیلی لانے، بگاڑ پیدا کرنے اور انسانی ماحول اور گردو پیش کی صفائی ستھرائی اور پاکیزگی کے لیے اللہ نے جو انتظام و انصرام کیا ہے، اس کی خلاف ورزی کا نام ہے۔لہٰذا جو لوگ قوانین فطرت کو بدلنا چاہتے ہیں یا بدل رہے ہیں اور نظامِ فطرت کو درہم برہم کرنے میں لگے ہوئے ہیں، یا ایسے اسباب وعوامل پیدا کر رہے ہیں، جن سے ماحولیات کو نقصان پہنچ رہا ہے، ہوا کی کثافت، فضائی آلودگی اور پانی کی سمیت میں اضافہ ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے انسانی وجود کو شدید خطرات لاحق ہو گئے ہیں، درحقیقت ایسے افراد پوری انسانیت کے دشمن ہیں۔(37)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو ایک دوسرے پر انحصار کرنے والا بنایا ہے، تاکہ ہر گروہ دوسرے گروہ کی فلاح و بہبود میں تعاون کرے۔انسان کو قدرتی وسائل کے استعمال کی مشروط اجازت دی گئی ہے۔شرائط یہ ہیں: معتدل استعمال، توازن قائم رکھنا اور ان قدرتی وسائل کے تحفظ اور بقا کا سامان کرنا۔موجودہ نسلوں کے علاوہ، قدرتی وسائل میں آنے والی نسلوں کا بھی 'حق' ہے۔اسے کسی طرح سے متاثر نہ کیا جائے۔قدرتی وسائل کا بھی یہ حق ہے کہ انسان ان کا بے جا استعمال نہ کرے، ان کی حفاظت کرے، انھیں برباد ہونے سے بچائے اور ان کے ساتھ کسی قسم کا مسرفانہ رویہ اختیار نہ کرے۔(38)

تحفظ ماحولیات کے حوالے سے اسلام کی تعلیمات کو سامنے رکھا جائے تو دنیا کو ماحولیاتی مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے اور نظامِ کائنات کا توازن بگڑنے نہ پائے۔آج جس طرح سے کائنات کا ماحولیاتی توازن بگڑ رہا ہے، فضائی اور زمینی آلودگی

بڑھ رہی ہے، زمین کا درجہ حرارت بڑھنے سے گلیشیر پگھل رہے ہیں اور زمیں کی زیریں منجمد سطح متاثر ہو رہی ہے۔ کیمیائی کھادوں کے مسائل روز افزوں ہیں۔ اس نے گلوبل وارمنگ کی تشویش ناک صورت حال پیدا کر دی ہے۔ جنگلات کی کمی واقع ہونے، پٹرول، بجلی اور ایٹمی توانائی کے بے جا استعمال سے کاربن ڈائی آکسائیڈ، نائٹروجن اور آکسیجن کا توازن بگڑ کر رہ گیا ہے۔ گرین ہاؤس افیکٹ سے قطبین پر جمی برف پگھلنے لگی ہے جس سے سطح سمندر بلند ہو رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں کئی ساحلی شہر، ملک اور آبادیوں کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے۔ وبائی امراض پھیل رہے ہیں۔ بلا شبہ یہ انسانوں کی اپنے ہاتھوں کی کمائی اور وبال ہے جو خدا اور اس کے بندوں سے بے نیاز ہو کر محض اپنے مفادات اور خواہشات کی تسکین کا نتیجہ ہے جس سے دنیا کو 'فساد' کا سامنا ہے۔(39)

عصرِ حاضر میں درپیش گلوبل وارمنگ سے متعلق جن مسائل کا ہمیں سامنا ہے وہ حد سے تجاوز کرنے کا ہی نتیجہ ہیں۔

جب کہ قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ:

وَ لَا تُسۡرِفُوۡا۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ(40)

اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

مذکورہ آیت کی روشنی میں قدرتی وسائل کا صحیح استعمال کیا جائے اور اسراف سے اجتناب کیا جائے تو ماحولیات کے بگڑے توازن کو سنبھالا جا سکتا ہے۔ درحقیقت ماحولیات کا تحفظ قرآن وسنت کی پیروی میں مضمر ہے۔ قرآن کریم کی آیاتِ بینات اور تعلیماتِ نبویﷺ ہی کی روشنی میں ہم آنے والی نسلوں کو ایک خوشگوار، معتدل اور صحت افزا ماحول فراہم کر سکتے ہیں۔

ماحولیاتی آلودگی کے سدِ باب کے سلسلے میں چند تجاویز:

1۔صفائی کا اہتمام:

اہم ترین نکتہ جو آج کے ماحولیاتی مسائل میں ہمارے لیے رہ نما خطوط فراہم کرتا ہے، وہ صفائی کا اہتمام ہے۔ اسلامی عبادات کی صحت کا مدار بھی طہارتِ نفس و مکان پر ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

لا تقبل صلاۃ بغیر طھور۔(41)

''طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔''

2۔علماء کا کردار:

جمعے کے خطبوں میں ماحول کے تحفظ کے پیغامات کو شامل کیا جائے۔جیسا کہ انڈونیشیا میں سنہ 2013ء میں کی جانے والی ایک تحقیق میں جمعے کے خطبوں میں ماحول کے تحفظ کے پیغامات کو شامل کرنے کی افادیت ثابت ہوئی ہے۔تحقیق کے مطابق ان پیغامات کے ذریعے عوامی سطح پر ماحول سے متعلق آگاہی کی مہم میں مدد ملی تھی۔(42)

3۔ قوانین پر عمل درآمد:

پاکستان میں آلودگی کے مسائل پر توجہ،غور وخوض اور تحقیق کے لیے ملک کے چاروں صوبوں میں ماحولیاتی تحفظ کی ایجنسیوں کا قیام عمل میں آ چکا ہے۔آلودگی پر کنٹرول کے لیے ایک آرڈیننس بھی جاری ہو چکا ہے اور مختلف شعبہ ہائے زندگی میں آلودگی کی افزائش کو روکنے کے لیے مزید قانون سازی کا عمل بھی جاری ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان ماحولیاتی تحفظ کے قوانین جس میں شہریوں،بلدیاتی اور صنعتی اداروں کی ذمہ داریوں کا تعین کر دیا گیا ہے،ان پر پوری ذمہ داری کے ساتھ عمل کیا جائے۔

4۔ماحول دوست کردار:

ماحولیاتی آلودگی کے خاتمے کے لیے اجتماعی اور انفرادی سطرح پر ماحول دوست کردار اپنایا جائے۔زمین کو مزید کھوکھلا نہ کیا جائے،سمندر کو کوڑے دان نہ بنایا جائے،درختوں کی کٹائی بند کر کے نئے پودے لگائے جائیں تاکہ قدرتی ماحول کو مزید خراب ہونے سے محفوظ رکھا جا سکے۔

5۔تربیت یافتہ افراد کی خدمات حاصل کرنا:

پاکستان کی چار جامعات میں ماحولیات (Environmental Studies) کی تعلیم دی جاتی ہے۔ان میں این ای ڈی انجینئرنگ یونی ورسٹی،مہران انجینئرنگ یونی ورسٹی،لاہور انجینئرنگ یونی ورسٹی اور کراچی یونی ورسٹی شامل ہیں۔ماحولیاتی آلودگی کے مسائل پر قابو پانے کے لیے ان اداروں کے فارغ التحصیل اور تربیت یافتہ نوجوانوں کی خدمات حاصل کی جائیں۔صنعت وحرفت کے متعلق ہر یونٹ اور ہر ادارے میں ماحولیاتی کارکنوں اور ان تربیت یافتہ افراد کو کام کے مواقع فراہم کیے جائیں۔جس سے ایک جانب ان تعلیم وتربیت یافتہ افراد کو روزگار میسر آئے گا، دوسری جانب ان کی مدد سے ماحولیاتی آلودگی کے مسائل پر قابو پانے میں مدد ملے گی۔

6 ۔عوامی آگاہی مہم:

عوام کو حفظان صحت کے امور سے متعلق شعور دیا جائے۔ لوگوں کو گھروں کے اندر پودے رکھنے پر راغب کیا جائے۔ بعض پودے ہوا کے مضر صحت اجزا کو صاف کرتے ہیں اور یہ گھر کے اندر کی فضا میں آلودگی کے سدِ باب کے لیے ایک موثر ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح عوام کو یہ شعور دیا جائے کہ گاڑیوں کو اچھی حالت میں رکھیں تا کہ وہ فضائی آلودگی کا سبب نہ بنیں۔ اسی طرح پولی تھین بیگ کا استعمال نہ کریں کیونکہ یہ ماحولیاتی آلودگی کا ایک بڑا سبب ہیں۔ اسی طرح گیلے کوڑے اور کچرے کو لان میں یوریا کے طور پر استعمال کریں۔ یہ اور اسی طرح کی کئی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن پر عمل کر کے ہم ایک اچھے اور ذمہ دار شہری کی حیثیت سے ماحولیاتی آلودگی کے سدِ باب میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

حوالہ جات:

1۔ سورۃ محمد:15

2۔ سورۃ ابراہیم:32۔33

3۔ سورۃ الحج:45

4۔ سورۃ النحل:88

5۔ سورۃ الفرقان:2

6۔ سورۃ الانبیاء:35

7۔ سورۃ الملک:30

8۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کِتَاب الشُّرْبِ والْمُسَاقَاةِ، بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَالْقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَائِهِ، رقم الحدیث:2369

9۔ ایضاً، باب الرھون، بَابُ: الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ، رقم الحدیث:2472

10۔ ابن ماجہ، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ وسننہا، بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْقَصْدِ فِي الْوُضُوءِ وَكَرَاهِيَةِ التَّعَدِّي فِيهِ، رقم الحدیث: 425

11۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کِتَاب الْوُضُوءِ، بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ، رقم الحدیث:239

12۔ مسلم بن حجاج، امام، صحیح مسلم، کِتَاب الْأَشْرِبَةِ، باب الْأَمْرِ بِتَغْطِيَةِ الْإِنَاءِ وَإِيكَاءِ السِّقَاءِ وَإِغْلَاقِ الْأَبْوَابِ وَذِكْرِ اسْمِ اللَّهِ عَلَيْهَا وَإِطْفَاءِ السِّرَاجِ وَالنَّارِ عِنْدَ النَّوْمِ وَكَفِّ الصِّبْيَانِ وَالْمَوَاشِي بَعْدَ الْمَغْرِبِ، رقم الحدیث:5250

13۔ مسلم بن حجاج، امام، صحیح مسلم، کِتَاب الْأَشْرِبَةِ، باب كَرَاهَةِ التَّنَفُّسِ فِي نَفْسِ الْإِنَاءِ وَاسْتِحْبَابِ التَّنَفُّسِ ثَلَاثًا خارج الاناء رقم الحدیث:5285

14۔ قاسمی، محمد جہانگیر حیدر، اسلام اور ماحولیات، 2008ء، سہارنپور: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، ص140

15۔ ابن ماجہ، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، بَابُ: إِطْفَاءِ النَّارِ عِنْدَ الْمَبِيتِ، رقم الحدیث:3771

16۔ سورۃ لقمان:۱۹

17۔ بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر، رقم الحدیث:2992
18۔ قاسمی، محمد جہانگیر حیدر، اسلام اور ماحولیات، محولا بالا، ص185
19۔ سورۃ النباء:14۔16
20۔ سورۃ النحل:10۔11
21۔ سورۃ النحل:18
22۔ سورۃ البقرہ:40
23۔ بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب لن یدخل أحد الجنۃ بعملہ بل برحمۃ اللہ تعالی، رقم الحدیث:7117
24۔ مسلم بن حجاج، امام، صحیح مسلم، کتاب المساقات والمزارعت، باب فضل الغرس والزرع، رقم الحدیث:3856
25۔ بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الوکالت، باب ماجائی الحرث والمزارعۃ، رقم الحدیث:2187
26۔ نسائی، امام ابوعبدالرحمن، سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب استراحۃ المومن، رقم الحدیث:1934
27۔ الکتانی، شیخ عبدالحی، نظامِ حکومتِ نبویہ ﷺ، (مترجم: مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی) 2005ء، لاہور: فرید بک اسٹال، ص616
28۔ ابوداؤد، امام سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والإمارۃ والفیء، باب فی إحیاء الموات، رقم الحدیث:3073
29۔ سورۃ البقرہ:205
30۔ مودودی، مولانا سید، الجہاد فی الاسلام، 2014ء، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ص۲۲۲
31۔ سورۃ النحل:5۔8
32۔ نسائی، امام ابوعبدالرحمن، سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب: النہی عن المجثمۃ، رقم الحدیث: ۶۴۴۴
33۔ سورۃ الانعام:۸۳
34۔ مسلم بن حجاج، امام، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب: النہی عن لعن الدواب وغیرہا، رقم الحدیث:6606

35۔ احسان اللہ خان، اسلام اینڈ ماڈرن ایج (Islam and Modern Age)، 1980ء، دہلی، ص54

36۔ سورۃ الاعراف:85

37۔ قاسمی، محمد جہانگیر حیدر، اسلام اور ماحولیات، محولا بالا، ص85

38۔ بدرالاسلام، ڈاکٹر، ایجوکیشنل فا؟ نڈیشن آف اسلام (Educational Foundation of Islam)، 2007ء، دہلی: آدم پبلشرز، ص213

39۔ ایضاً

40۔ سورۃ الانعام:۱۴۱

41۔ مسلم بن حجاج، امام، صحیح مسلم، کِتَاب الطَّہَارَۃِ، باب وُجُوبِ الطَّہَارَۃِ لِلصَّلَاۃِ، رقم الحدیث:535

42۔ https://www.bbc.com/urdu/science.50126043 dated10-3-2020

ریاست مدینہ اور اسلامی فلاحی مملکت کا تصور
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ایک جائزہ

☆ حمیرا اسرار

انسان نے اپنی اجتماعی زندگی کی تربیت وتہذیب کیلئے جو ادارے قائم کیے ان میں ریاست کا ادارہ سب سے اہم اور بنیادی ہے، یہی دراصل وہ ہیئت سیاسی ہے جس کے ذریعے ایک ملک کے باشندے باقاعدہ حکومت کی شکل میں اپنا معاشرتی نظام قائم کرتے ہیں۔ لغوی اعتبار سے ریاست عربی زبان کا لفظ ہے، عربی میں ریاست کا مادہ رائس ہے اور اسی سے الرئیس ہے جس کے معنی سردار یا سربراہ کے ہیں۔ ریاست ایک منظّم سماج کا نام ہے یہ اس وقت وجود پذیر ہوتی ہے جب کہ ایک طرف افراد پر اقتدار قائم کرنے اور دوسری طرف افراد کی جانب سے اطاعت کرنے کا دوطرفہ رابطہ عمل میں آئے۔ اطاعت کے امر کا واقع ہونا اس بات کو کافی ہے کہ ریاست موجود ہوگی۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے دور حاضر کی تعریفات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

مجموع كبير من الناس يقطن بصفة دائمة فى اقليم جغرافى معين ويخضع لسلطة عليا او تنظيم سياسى معين [1]

لوگوں کی کثیر تعداد میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ کسی بھی جغرافیہ کو بدل دیں اور بلند سلطنت اور معین سیاسی نظام کو جھکا دیں۔

اسلامی ریاست کی تعریف میں ابوعبید لکھتے ہیں:

هى مجموعة من الافراد هم يحسب الغالبية من المسلمين يعيشون على رقعة من الارض ويلتزمون التزاما قاطعا بالقواعد والاحكام والضوابط الالهية فى نطاق العقيدة والتشريع والمبينة فى مصادرها القنصليية ويخضعون لسلطة سياسية تلتزم امتثال وتحقيق ما امر به الشارع [2]

''افراد کا وہ گروہ جو غالب تعداد میں مسلمان ہو اور ایک خطّہ میں رہائش پذیر ہو احکامات اسلام کے اصول وقواعد جو ان کے عقیدہ اور شریعت میں بیان ہوئے ہیں، پر قانونی طور پر عمل درآمد کا پابند ہو اور ایک سیاسی قوت کے سرکاری احکامات میں اطاعت اور انقیاد کا پابند ہو جس کا حکم شارع نے دیا ہو''

☆ ریسرچ اسکالر، شعبہ اسلامی تاریخ، کراچی یونیورسٹی

پروفیسر خورشید ریاست کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

''ریاست ایک مثبت ادارہ ہے جو زندگی کے سب ہی شعبوں کو متاثر کرتا ہے اس کے قیام وارتقا میں انسان کے اخلاقی حسن اور تصورِ عدل کا غیر معمولی دخل رہا ہے۔'' ۳

فلاحی فلاح سے ماخوذ ہے جس کا مفہوم عام طور پر کامیابی وکامرانی کیا جاتا ہے۔ کامیابی وکامرانی کا مفہوم ادا کرنے کیلئے اس کے علاوہ کئی الفاظ موجود ہیں جیسے فوز ،نجاح ،ظفر وغیرہ ،لیکن اہلِ لغت نے فلاح کی تشریح کرتے ہوئے اسی مفہوم پر اکتفا نہیں کیا، اس کی ایسی تشریح کی ہے جس سے اس کی امتیازی حیثیت نمایاں ہوتی ہے۔ لسان العرب میں ابن منظور افریقیؒ رقمطراز ہیں:

فلح ،الفلح والفلاح ،الفوز والنجاۃ والبقاء فی النعیم والخیر ۴

''فلاح کے معنی سحری کا کھانا، چھٹکارا، فتح مندی، زندگی اور خیر کی بقاء ہے۔''

آکسفورڈ یونیورسٹی میں فلاحی ریاست کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

"Satisfactory state, health and prosperity well being.State one having national health, insurance and other social services, work, efforts to make life worth living for employees etc." (5)

تسلی بخش حالت، مستحکم اور خوشحال ریاست وہ ہے جس میں قومی صحت بیمہ (کی رقم) کا اطمینان اور دوسری سماجی خدمات کے علاوہ ملازمین کی زندگی کو خوشحال بنایا جاسکے۔

Bruce فلاحی ریاست کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:

"It is being realized that free and compulsory education up to modern state.The state is directly responsible for the "Moral Welfare" of the people is yet to be recognized." (6)

یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ جدید ریاست میں بنیادی تعلیم کا مفت اور لازمی انتظام اسکے پروگرام میں شامل ہے اور لوگوں کی اخلاقی فلاح کی ذمہ داری کو بھی براہ راست تسلیم کیا جاتا ہے۔

عصر حاضر میں فلاحی ریاست کا مفہوم یوں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ریاست جو شہریوں کی تمام بنیادی ضروریات کی فراہمی اور مادی فلاح و بہبود کا انتظام کرتی ہو،خوراک ،لباس ، رہائش ،تعلیم اور صحت عامہ وغیرہ سب اس کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں ۔اسلام جس طرح زندگی کے تمام شعبوں میں فلاح وخیر کا داعی ہے اسی طرح ریاست کو بھی فلاحی بنیادوں پر تشکیل دینے کا حکم دیتا ہے۔عوام اور رعایا کی بنیادی ضروریات کی تکمیل اوران کی فلاح و بہبود کو ریاست کے اہم فرائض میں شامل کرتا ہے اور ایسی ہی ریاست کو فلاحی ریاست سے تعبیر کرتا ہے جو پورے معاشرے کی ترقی وخوشحالی کی ضامن ہو اور جہاں ہر شخص امن وسکون کے ساتھ ہر قسم کے ظلم واستحصال سے محفوظ رہ کر اپنے حقوق حاصل کر سکے۔

فلاحی ریاست کی مستحکم بنیادیں:

اخلاقی فلاح کا حصول:

اسلامی حکومت کا ہدف صرف حکومت کرنا، مال و دولت جمع کرنا اور عسکری و نظامی قوت حاصل کرنا نہیں ہے، بلکہ اسلامی حکومت کا بنیادی ہدف دنیا میں نوع انسانی کو غیر اللہ کی غلامی سے آزاد کرنا ہے اور خضوع اور عاجزی کے ساتھ انسانوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ بنانا ہے، لوگوں کے درمیان عدل قائم کرنا ہے اس لیے کہ اسلامی حکومت میں انسانی اور اخلاقی ہدف مقدم ہے جب کہ مذکورہ تمام (امور) اخلاقی اندازوں اور اقدار کے تابع ہیں۔قرآن کریم اور سنت طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق وفرائض کا سارا سلسلہ ایمان اور اخلاقی اقدار سے وابستہ ہے، اسی لیے اسلام نے اخلاقی اصول وضوابط کا ایک جامع نظام مرحمت فرمایا ہے۔اخلاقیات کی تعلیم میں چند اصول ایسے ہیں جو حاکم اور رعایا کی روحانی واخلاقی تربیت کر کے اسے صحیح جہت میں آمادہ عمل رکھتے ہیں۔

علمی فلاح کا حصول:

حصول تعلیم انسان کا دینی فریضہ ہے۔اس اعتبار سے تعلیم کا نصب العین فرد کی ایسی تعمیر سیرت ہے جس سے وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر کائنات کیلئے رحمت ثابت ہو سکے۔اسلام ایسے افراد چاہتا ہے جو انفرادی طور پر اس عظیم مقصد کے ساتھ وابستگی رکھتے ہوں اور اجتماعی طور پر اسلامی ریاست کے اچھے شہری ثابت ہو سکیں کیونکہ وہ نظام تعلیم جس سے مقاصد ریاست پورے نہ ہوں اجتماعی نظم کیلئے مہلک ثابت ہوتے ہیں۔اس فریضہ کی ادائیگی کیلئے سربراہ مملکت کا علم وتجربہ، نظم ونسق مملکت کو چلانے کی صلاحیت اور معاملہ فہم ہونا ضروری ہے۔ابن خلدون کے نزدیک علم کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر امام

عالم نہ ہوگا اور اگر شرعی احکام سے اس کو واقفیت نہیں ہوگی تو وہ ان کو جاری نہیں کر سکے گا۔ ۷

عصر حاضر میں یہ مقصد تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب فلاحی ریاست کا سربراہ تعلیم کی ترویج کیلئے ہمہ گیر اور مفت اہتمام کرے تاکہ لوگ زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر ملک و ملت کیلئے کارگر ثابت ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اولین اسلامی اقامتی جامعہ (ResidentialUniversity) میں طلباء کی نہ صرف مفت تعلیم کا بندوبست کیا بلکہ ان کے طعام، لباس اور رہائش کا بھی انتظام کیا۔ ۸

مذکورہ بالا بحث سے علمی فلاح کی اہمیت اور ضرورت ثابت ہوتی ہے کہ اسلام تعلیم کے ذریعے Human Capital کی ترقی کو کس قدر اہمیت دیتا ہے جو کہ دیگر اقوام کیلئے ایک نیا تصور ہے جب کہ مسلمان اس کی اہمیت سے برسوں پہلے آشنا تھے۔ عروج اسلام کے دور میں بلاد اسلامیہ میں اسلامی جامعات نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے تمام شعبوں میں شاندار تحقیق کا کام سرانجام دیا جو آگے چل کر یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں ممد و معاون ثابت ہوا۔

سیاسی وسماجی فلاح کا حصول:

امام غزالیؒ نے انسانی زندگی کے لیے چار اصول بیان کیے ہیں جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں:

اصول لاقوام للعالم دونها وهي اربعة :الزراعة ،وهي للمطعم ،والحياكة ،وهي للملبس ،والبناء ، وهي للمسكن، والسياسة ،وهي للتاليف ،والا جتماع ، والتعاون على اسباب المعيشة ،وضبطها ۹

وہ اصول جن کے بغیر عالم کو قوام نہیں آ سکتا، وہ چار ہیں:

خوراک کی مشکل حل کرنے کیلئے زراعت؛ لباس کی مشکل کیلئے کپڑے کا بننا؛ سکونت کی مشکل کیلئے تعمیرات؛ اور آپس میں الفت و محبت اور اجتماعی زندگی میں ایک دوسرے کے تعاون کیلئے سیاست۔

اسلامی سیاست میں دین زندگی کے تمام سیاسی، سماجی، تمدنی، اخلاقی اور اقتصادی منصوبوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ دین صرف عقائد کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ زندگی کا ایسا انفرادی اور اجتماعی نظام ہے جو روح کی اصلاح اور بدن کی فلاح دونوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اسی ضرورت کی تکمیل کیلئے اسلامی ریاست ہر پہلو میں اجتماعی ترقی کو پوری توجہ دیتی ہے تاکہ سیاسی نظام مستحکم رہے۔ انسانی معاشرہ کی مستحکم بنیادوں پر تنظیم کیلئے صرف احکام و قوانین کا نفاذ یا عدلیہ کا قیام ہی کافی نہیں بلکہ عوام الناس کے علمی و فکری معیار کو بہتر بنانا اور انسانی رویہ میں مثبت تبدیلی اور تعمیری و تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا بھی ضروری ہے۔ سیاسی

فلاح کے ضمن میں یہ امر نا گزیر ہے کہ لوگوں کو ان کے شہری حقوق دیے جائیں، اور اگر حکومتی سطح پر کوئی غلط کام ہو رہا ہو تو عوامی احتساب کا حق انہیں حاصل ہو۔

معاشی فلاح کا حصول:

معاشی فلاح کے حصول میں اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں ہمہ گیر نوعیت کی ہیں۔ یہ نہ صرف لوگوں کی بنیادی ضرورت (مثلاً تعلیم، صحت، رہائش، پینے کا صاف پانی، صفائی وغیرہ) مہیا کرنے کی ذمہ دار ہے بلکہ وہ معیشت کا نظام ان خطوط پر استوار کرتی ہے کہ معاشرہ سے استحصال اور ظلم کا خاتمہ ہو اور کوئی فرد ایسا نہ رہے جو بھوک، افلاس یا بیروزگاری کا شکار ہو۔ لہٰذا اسلامی ریاست حکومتی اور عوامی سطح پر سادہ معیار زندگی کو فروغ دینے کیلئے بھرپور کوشش کرے۔ فلاحی ریاست کا اولین تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنی رعایا کی بنیادی ضروریات کی کفیل ہو، ہر وہ ضرورت بنیادی کہلاتی ہے جس کی تکمیل پر کسی انسان کی زندگی کا انحصار ہو۔ انسانی ضروریات اگرچہ بیشمار ہیں تاہم قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَلَا تَعْرٰی وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَلَا تَضْحٰی [10]

''بلاشبہ یہ تمہارا حق ہے کہ تم یہاں نہ بھوکے رہو اور نہ ننگے اور یہ کہ نہ تم پیاسے رہو اور نہ دھوپ کی تپش اٹھاؤ۔''

آپ ﷺ نے بنیادی ضروریات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

لیس لابن آدم حق فی سوی هذه الخصال بیت یسکنه وثوب یواری عورته وجلف الخبز والماء [11]

''آدم کے بیٹے کا بنیادی حق یہ ہے کہ اس کیلئے ایک گھر ہو جس میں وہ رہ سکے، کپڑا ہو جس سے وہ اپنا جسم ڈھانپ سکے اور کھانے کیلئے روٹی اور پینے کیلئے پانی ہو۔''

مذکورہ تصریحات سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ ایک اسلامی فلاحی ریاست رعایا کی خوشحالی کیلئے ہر ممکن تدابیر اختیار کرتی ہے۔

اسلام ایک کامل دین اور مکمل دستور حیات ہے، اسلام جہاں انفرادی زندگی میں فرد کی اصلاح پر زور دیتا ہے وہیں اجتماعی زندگی کے زرین اصول وضع کرتا ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی رہنمائی کرتے ہیں اسلام کا نظام سیاست وحکمرانی موجودہ جمہوری نظام سے مختلف اور اس کے نقائص سے بالکل پاک ہے اسلامی نظام حیات میں جہاں عبادت کی اہمیت ہے وہیں معاملات ومعاشرت اور اخلاقیات کو بھی اولین درجہ حاصل ہے۔ اسلام میں سیاست ممنوع نہیں، یہ ایک ایسا

ضابطہ ہے جو نہ صرف انسان کو معیشت و معاشرت کے اصول و آداب سے آگاہ کرتا ہے، بلکہ زمین کے کسی حصہ میں اگر اسکے پیروکاروں کو اقتدار حاصل ہو جائے تو وہ انہیں شفاف حکمرانی کے طریقے بھی سکھاتا ہے۔اسلام کی نگاہ میں حکومت کا مقصد نیکی ،انصاف اور قانون الٰہی کا قیام ہے،جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ۱۲

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے،زکوٰۃ دیں گے،معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے،اور سب کاموں کا اختیار خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی بعثت عرب میں انسانی تاریخ کا عظیم انقلاب تھی ،ایک ایسا روحانی ،ذہنی ،قلبی ،تمدنی ، سیاسی ،اقتصادی اور سماجی انقلاب جس نے اعلیٰ وادنی معیار،عزت وذلت کے معنی اور کامیابی وناکامی کے مفاہیم بدل ڈالے،جس نے انسانی آزادی اور حریت فکر کو اعلیٰ ترین بلندیوں سے ہمکنار کیا اور انسانی حقوق کو نا قابل پامال تقدیس وتحریم عطا کی ،جس نے غلامی ، جبر واستبداد اور استحصال کی ہر شکل اور ہر انداز کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور انسانی مساوات ،معاشی انصاف ،سماجی عدل کے ذریعے ایسی معاشرتی ہم آہنگی پیدا کی کہ کشیدگی اور بے چینی کے تمام تر اسباب کا قلع قمع ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو ہجرت کے ساتھ ہی وہاں ایک اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی ،اس کے خدوخال ،حدود وشرائط ،ذمہ داریاں اور تقاضے فراہم کیے جو اسلامی قانون سیاسی وانتظامی کے اجزاء تھے۔ نبی ﷺ نے اشاعت اسلام ،توسیع مملکت ،استحکام سلطنت اور ظلم وستم کے سد باب کے لیے فعال اور مؤثر حکمت عملی اختیار فرمائی۔آپ ﷺ نے اس نظام کی بنیادیں تشکیل دیں ،اسکے اہم شعبے اور اصول بیان کیے ،آپ ﷺ نے اپنے حسن تدبیر و انتظام سے طرز حکومت میں ایسی تبدیلیاں کیں جن کے سبب روئے زمین پر ایک ایسی مثالی ریاست قائم ہوئی جو رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کے لیے ایک بہترین نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ریاست مدینہ کی طرز پر فلاحی ریاست کے قیام کو ممکن بنایا جائے اور تمام مسائل کو تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں حل کیا جائے۔

اسلامی ریاست کا قیام:

آپ ﷺ کی بعثت کا اہم مقصد رضائے الٰہی کا حصول ،عوامی بہبود اور مثالی فلاحی معاشرے کا قیام تھا جو ریاست

مدینہ کی شکل میں عمل میں آیا، اس کی بنیاد عصبیت کی جگہ دینی وحدت پر قائم تھی۔ چونکہ آپ ﷺ کے پیش نظر ایک فلاحی ریاست کی تعمیر تھی، اس لیے آپ ﷺ نے اداروں کی تاسیس میں مذکورہ باتوں کا بے حد خیال رکھا۔ رسول اللہ ﷺ ایک آزاد اور خود مختار ریاست کے سربراہ اور حکمران اعلیٰ تھے، اور آپ ﷺ نے دنیا کے سامنے جو سیاسی نظام پیش کیا اور پھر ریاست قائم کر کے جن اداروں کا اجراء فرمایا وہ یقینی طور پر تمام نظام ہائے سیاسی سے ممتاز و ممیّز ہیں۔

ریاست مدینہ کی امتیازی خصوصیات:

سیکریٹریٹ کا قیام:

حضور ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد فوری طور پر مسجد نبوی ﷺ کی بنیاد رکھی گئی جو عبادت کے ساتھ ساتھ مرکزی سیکریٹریٹ قرار پائی۔ سیاسی، مذہبی اور دیگر معاملات پر مشورے یہیں ہوتے، گویا اس وقت مسجد مسلمانوں کا معاشرتی مرکز تھی۔ تمام امور کیلئے الگ الگ افراد ذمہ دار بنائے جاتے تھے، وہ متعلقہ شعبہ کا ریکارڈ رکھتے، سربراہ حکومت کے احکام کو ضبط تحریر میں لاتے اور ان کو متعلقہ افراد تک پہنچاتے تھے۔ اس قسم کا تمام دفتری نظام اور تحریرات کا کام ارباب انشاء کی ایک باصلاحیت اور ذمہ دار جماعت کے سپرد تھا۔

معاشی مسائل کا حل:

ریاستی سیکرٹریٹ کے قیام کے بعد آپ ﷺ نے معاشی مسائل کو فوری بنیادوں پر حل فرمایا۔ مواخات کے ذریعے مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ حل کیا اور ہنگامی حالات کا خاتمہ کیا، انصار نے اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لیے بے مثال قربانیاں دیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مدینہ میں یہود کی اجارہ داری قائم تھی اور ان کی ساری تجارت سود پر قائم تھی، لیکن آپ ﷺ نے اس کے متبادل قرض حسنہ کا نظام رائج فرمایا اور جب معاشرے میں باہمی تعاون کے ذریعے بلاسود معیشت قائم ہونے لگی تو آپ ﷺ نے سود کو مکمل حرام قرار دے دیا۔

میثاق مدینہ:

مواخات کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کے دفاع کی طرف توجہ دی اور اس ضمن میں آپ ﷺ نے اہل مدینہ کو خطرات سے بچانے کیلئے اندرونی و بیرونی معاہدات کا سلسلہ شروع فرمایا جس میں میثاق مدینہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔[۱۳] یہ نہ صرف یہود سے کیا گیا ایک معاہدہ ہے بلکہ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں حضور ﷺ کی سیادت و بالادستی کو تسلیم کیا

گیا۔اس معاہدے کے بعد پہلی مرتبہ مدینہ کو شہری مملکت قرار دیا گیا اور اس کے انتظام کیلئے با قاعدہ دستور مرتب کیا گیا۔ بقول محمد حسین ہیکل اس تحریری معاہدہ کی رو سے حضرت محمد ﷺ نے آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے ایک ایسا معاشرتی ضابطہ قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ میں سے ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے عقیدے کی آزادی کا حق حاصل ہوا،اس سے انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی اور اموال کے تحفظ کی ضمانت مل گئی۔ارتکاب جرم پر گرفت اور مواخذے سے معاہدین کی یہ بستی رہنے والوں کیلئے امن کا گہوارہ بن گئی۔

داخلہ پالیسی:

ریاست کے داخلی نظم ونسق میں جو چیز سب سے اہم سمجھی جاتی ہے وہ یہ کہ انتظامیہ کے تمام ادارے ایک دوسرے سے ممتاز اور الگ الگ ہوں۔تمام امور سے متعلقہ ادارات اور صیغے جتنے زیادہ منظّم اور ترقی یافتہ ہوں ریاست ومعاشرہ بھی اتنا ہی متمدن اور مستحکم ہوگا۔آپ ﷺ نے مواخات اور دفاع مدینہ کے بعد ریاست کی داخلہ پالیسی کی طرف توجہ دی اور مدینہ اور اسکے نواحی علاقوں پر مشتمل خطّے کو ایک وحدت قرار دیا۔شہری ریاست کو اندرونی خلفشار سے بچانے،استحکام بخشنے،امن عامہ اور اخلاقی اقدار کی تربیت پر آپ ﷺ نے خصوصی توجہ دی اور ان امور کو جس سلیقہ سے ملحوظ خاطر رکھا وہ سیاسی تدبر وفراست کا بیّن ثبوت ہیں۔

خارجہ پالیسی:

خارجہ پالیسی ایک ایسا موضوع ہے جو ہر دور میں اقوام عالم اور تمام مہذب معاشروں کے درمیان تعلقات کے حوالے سے نشان منزل کا کام دیتا رہا ہے۔جہاں تک اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا تعلق ہے تو اس کی بنیاد قرآن مجید کے الہامی احکامات اور تعلیمات اسوۂ حسنہ ﷺ پر مشتمل ہے۔خارجہ پالیسی کیلئے آپ ﷺ نے امن اور بین الاقوامی مفاد کو بنیاد بنایا ،اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی جغرافیائی حدود میں وسعت اور جنگ پر مبنی نہیں ہوتی۔اسلام کی خارجہ پالیسی کا اصول یہ ہے کہ باوقار زندگی کیلئے پر امن جدوجہد جاری رکھی جائے ،اگر کوئی اس راہ میں حائل ہو تو اس کے خلاف اس حد تک کاروائی کی جائے جتنی ضرورت ہو۔یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف اقوام سے دوستی کے معاہدے کیے اور جو قومیں غیر جانبدار رہیں ان کی غیر جانبداری کا احترام کیا۔ [۱۴]

مشاورت:

ریاست مدینہ میں منتظم اعلیٰ حضور ﷺ کی ذات مبارکہ تھی لیکن آپ ﷺ صحابہ کرامؓ سے ہر معاملے میں مشورہ فرمایا

کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے سربراہ ریاست کی حیثیت سے اپنے فیصلے کبھی آمرانہ انداز سے مسلط نہیں کیے بلکہ امور ریاست کی انجام دہی میں ہمیشہ مشاورت کے بعد اقدام فرمایا۔ جب آپ ﷺ نے مدینہ کو ریاست بنایا تو حکومتی اختیارات کو عوام تک اس طرح منتقل فرمایا کہ ہر دس افراد پر ایک نقیب مقرر کیا اور دس نقیبوں پر سربراہ عریف، اور سو عریف پر مشتمل پارلیمنٹ بنائی، اس طرح عوام براہ راست حاکم اعلیٰ تک اپنے مسائل پہنچا سکتی تھی۔ ۱۵

قانون:

عدل و انصاف کا قیام ہر مہذب و متمدن انسانی معاشرہ کی اوّلین ضرورت اور حکومت کا سب سے اہم فریضہ ہے۔ عدل کے بغیر نہ لوگوں کے درمیان حقوق و فرائض کا تعین ہو سکتا ہے اور نہ ظلم و استحصال کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ مدینہ کی ریاست اوّلین ریاست تھی جس میں قانون سب کیلئے ایک اور قانون کی نظر میں سب برابر تھے، جہاں عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق مسلمان قاضی کا فیصلہ یہودی کیلئے برأت اور مسلمان کیلئے گردن زنی کا تھا۔ غرض رسول ﷺ کی تمام تر کوشش اس بات پر مرکوز تھی کہ انصاف سہل ہو اور اس معاملہ میں تعصب یا جانبداری سے کام نہ لیا جائے۔ ۱۶

سرکاری افسروں کا انتخاب:

یہ حقیقت ہے کہ تنہا حکمران، ریاست کے تمام کام انجام نہیں دے سکتا لہٰذا مختلف امور کی انجام دہی میں لوگوں کی مدد و اعانت کا محتاج ہوتا ہے اور پھر ریاست کی کارکردگی اس کی نشو و نما اور فلاح و خسران کا مدار ان ہی کارکنانِ ریاست پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک سربراہ ریاست کی انتہائی اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ریاست کے انتظامی مناصب پر ایسے لوگوں کا انتخاب کرے جو ریاست کے مقصد وجود کو سمجھتے ہوں اور اپنی صلاحیتوں کو ٹھیک استعمال کر کے اپنے عہدوں سے انصاف کر سکتے ہوں۔ رسول ﷺ نے بحیثیت حکمران اس مسئلہ پر اپنی پوری توجہ صرف کی اور حکومت کے عہدوں پر ایسے خدا ترس، باصلاحیت، بے لوث، پاکیزہ کردار اور مخلص افراد کا تقرر کیا جو اسلام کی روح سے واقف، تجربہ کار اور پختہ طور پر تربیت یافتہ تھے۔ حضور ﷺ کے عہد میں چونکہ یمن اور حجاز اسلامی مملکت میں شامل ہو چکے تھے اس لیے آپ ﷺ ان علاقوں میں والی مقرر کرتے ہوئے ان کے تقویٰ، علم و دانش، عقل و فہم کا خاص خیال رکھتے تھے۔ امراء کے انتخاب میں حضور ﷺ کی حکمت عملی کا یہ اہم جز تھا کہ جو لوگ والی بننے کی درخواست کرتے ان کی درخواست رد کر دی جاتی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

انا والله لا نولي على هذا العمل احدا ساله ولا احدا حرص عليه ۱۷

''خدا کی قسم ہم کسی ایسے شخص کو اپنی حکومت کے کسی منصب پر مقرر نہیں کرتے جو اس کا حریص ہو۔''

احتساب:

اگرچہ رسول اللہﷺ کے عہد میں احتساب کا کوئی باقاعدہ محکمہ قائم نہیں تھا، بلکہ آپﷺ یہ فرض خود انجام دیا کرتے تھے، چونکہ وہاں تجارتی معاملات کی حالت قابل اصلاح تھی لہٰذا آپﷺ اس کی بھی نگرانی فرماتے۔ ۱۸

مدینہ آنے کے بعد آپﷺ نے اصلاحات جاری کیں اور لوگوں سے ان پر عمل کرایا اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دی جاتی۔ اس وقت کوئی جیل خانہ موجود نہیں تھا اس لیے مجرم کو صرف کچھ مدت کیلئے لوگوں سے ملنے جلنے اور معاشرتی تعلقات قائم رکھنے پر پابندی لگائی جاتی۔ آپﷺ عمال پر کڑی نگاہ رکھتے اور شکایت ملنے پر فوری تحقیقات کے بعد سزا دی جاتی تاکہ ریاست کا نظام درہم برہم نہ ہو۔ ۱۹

نظام تعلیم:

مدینہ میں تعلیم کو بڑی اہمیت دی گئی تھی کیونکہ قوموں کی نشوو ارتقاء کا دارومدار تعلیم پر ہے۔ رسولﷺ کی تعلیم زندگی کے کسی ایک گوشہ سے متعلق نہ تھی بلکہ ہر لحاظ سے جامع اور ہر شعبہ حیات پر حاوی تھی۔ آپ ﷺ نے ہجرت سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ میں معلّم بنا کر بھیجا اور ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے بطور خاص تعلیم و تعلّم کی سرگرمیاں سرکاری حیثیت سے جاری فرمائیں۔ اسلامی نظریہ حیات کی تعلیم اور ان بنیادوں کو واضح کرنے کیلئے جن پر اسلامی ریاست کو قائم کیا گیا تھا حضورﷺ نے مسجد نبوی ﷺ کو اپنی تمام سرگرمیوں کا مرکز بنایا، آپ ﷺ نے سرکاری پیمانے پر تعلیم دین کو تربیت یافتہ معلّمین کے علاوہ صوبے کے گورنروں کے فرائض منصبی کا حصہ بنایا۔ ۲۰

اسلامی ریاست کی اساس نظام عدل پر قائم ہوئی، آپﷺ نے ایسا معاشرہ قائم کیا جو ہر پہلو سے ایک مثالی معاشرہ کہلاتا ہے۔ ریاست مدینہ میں عام فرد سے لے کر حکمران تک ہر شخص ہی کردار کا پیکر اور اعلیٰ اخلاق کا بلند نمونہ نظر آتا ہے۔ نبی کریمﷺ نے اسلامی معاشرے کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اسے ایک مکمل نظام دیا اور سیاست کے اعلیٰ اصولوں پر مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم فرمائی اور اس کو ان سیاسی و معاشرتی قدروں پر اس طرح باہم مربوط فرمایا کہ مملکت کا ہر فرد باہمی معاہدے میں منسلک نظر آتا ہے۔ اسکی مثال میثاقِ مدینہ ہے جس کے تحت مسلمان، یہودی اور مشرکین ریاست کے دفاع اور قیام امن کے پابند تھے اور یہ پہلا تحریری آئین تھا جس نے انسانی زندگی کو بے ترتیبی اور بے اعتدالی کے ماحول سے نکال کر نظم و

ضبط کے ماحول میں لا کھڑا کیا۔رسول اللہﷺ نے سیاست و ریاست کے انداز و اسالیب میں انقلابی تبدیلیاں فرمائیں اور سخت انتشار کے پس منظر میں سیاسی اتحاد کو ابھارا۔ریاست کے باب میں سب سے اہم تغیر یہ تھا کہ آپﷺ نے شہنشاہیت اور مطلق العنانیت کے نقوشِ کہنہ کو محو کر کے حاکمیتِ باری تعالیٰ کا نقش ثبت کیا۔حکمرانوں کو الوہیت کی مسند سے اتار کر عام انسانوں کے برابر کھڑا کیا اور جبر واستبداد،ظلم وناانصافی ،استحصال، خیانت، دغابازی،کشت وخون،فتنہ وفساد اور دھوکہ وفریب کے بجائے حریت فکر وعمل،تقویٰ،امانت ودیانت،شوریٰ،امن وصلح،نظم وضبط،عدل وانصاف،مساوات،رواداری کی روایات کو زندہ وتابندہ کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دین وسیاست کو متحد کیا۔یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ دین وریاست کے درمیان اتحاد وتعلق کا یہ رشتہ خارجی یا مصنوعی نہ تھا بلکہ فطری اور حقیقی تھا کہ ریاست دین کے نتیجہ میں روبہ عمل آئی تھی۔ ۲۱

ریاست نبویﷺ بہرصورت ایک مکمل،آزاد،خودمختار،حقیقی سیاسی طاقت اور اپنے تمام ادارات کے ساتھ ایک مثالی مملکت تھی۔اس ریاست کے وظائف واعمال کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ وہ ایک نظریاتی ودستوری اور فلاحی ریاست تھی جہاں معاش ومعاد کو یکساں اہمیت حاصل تھی اور ایک عادلانہ اجتماعی نظام سایہ فگن تھا۔

اسلام کی آئینی ودستوری خدمات میں سے یہ بھی ہے کہ ریاست کے تینوں اعضاء مقنّنہ(Legislative)، عاملہ(Executive) اور عدلیہ(Judiciary) کو علیحدہ علیحدہ تشخص دیا گیا۔اسلامی ریاست میں قوانین لوگوں کی خواہش کے مطابق نہیں بنائے جاتے اور نہ ہی یہ اکثریت کی خواہش کے قانون کو تسلیم کرتی ہے بلکہ اسلامی ریاست میں تمام فیصلے اور قوانین اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے قرآن اور رسولﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں حل کیے جاتے ہیں۔آج امت مسلمہ جس عملی زوال کا شکار ہے اس کی بنیادی وجہ اسلام کے عطا کردہ عالمگیر نظام حیات سے انحراف ہے،اسلام نے طبقاتی و معاشرتی امتیازات کی ساری دیواریں منہدم کر کے مساوات کا وہ اعلیٰ نظام قائم کیا جہاں مجرم قانون سے مستثنیٰ نہیں۔اسلام ایک کامل دین اور مکمل دستور حیات ہے اور اس کا نظام سیاست وحکمرانی موجودہ جمہوری نظام سے مختلف اور اسکے نقائص سے بالکل پاک ہے۔اسلامی نظام حیات میں جہاں عبادت کی اہمیت ہے وہیں معاملات ومعاشرت اور اخلاقیات کو بھی اوّلین درجہ حاصل ہے۔اسلامی حکومت کو تمام دوسری حکومتوں سے ممتاز کرنے والی خصوصیت یہ ہے کہ قومیت کا عنصر اس میں قطعی ناپید ہے۔اسلامی مملکت کے بنیادی اصولوں میں عقیدہ توحید سیاست شرعیہ کی سب سے اہم بنیاد ہے یعنی صرف اللہ تعالیٰ تمام عالم کا معبود حقیقی ہے۔قرآن میں اس کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے ارشاد باری ہے:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۲۲

''وہی ایک اللہ تمہارا رب ہے اسکے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں وہی ہر چیز کا خالق ہے،
پس تم اس کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔''

عقیدہ توحید جب کسی کے دل میں راسخ ہو جاتا ہے تو اس میں عبدیت کی روح پیدا ہو جاتی ہے اور یہ وہ عظیم جوہر ہے جس سے انسان مادی قوتوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے اور مختلف دنیاوی خداؤں جن کی وجہ سے ظلم وستم کا بازار گرم ہوتا ہے ان سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غلامی انسان میں خود غرضی اور تنگ نظری کو جڑ سے ختم کر دیتی ہے۔ اسلامی مملکت کا تیسرا عنصر خلافت و نیابت الٰہی ہے، جس میں انسان اللہ کی زمین میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا نفاذ کر کے نیابت الٰہی کے منصب پر فائز ہوتا ہے۔ مملکت اسلامی میں خلیفہ حقیقی مقتدر اعلیٰ کا نائب اور اس کے تفویض کردہ اختیارات کے صحیح استعمال کا پابند ہوتا ہے۔

ریاست مدینہ کے بعد پاکستان وہ پہلی ریاست ہے جو اسلامی نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آئی۔ لیکن افسوس آج اسلامی جمہوریہ پاکستان پر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا قبضہ ہے، آج ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کو بھی ریاستِ مدینہ کی طرز پر اسلامی فلاحی مملکت بنایا جائے تاکہ قیام پاکستان کا مقصد پورا ہو سکے۔ مگر لمحہ فکریہ یہ ہے کہ اگر اس مملکت کو اس طرز پر ڈھالنے کیلئے کوئی سنجیدہ کوشش کی جائے تو مفاد پرست طبقات ایک ہو کر اس منزل کے حصول میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ آج ہم بنیادی انسانی ضروریات، دولت و وسائل کی منصفانہ تقسیم، تعلیم وصحت، عدل وانصاف، تعمیر وترقی اور دنیا میں عزت ووقار کے ساتھ سربلند کر کے چلنے سے کیوں محروم ہیں؟

اسلام کا بنیادی نصب العین دنیا میں اسلامی حکومت کا قیام ہے لیکن مسلمان حکمرانوں نے مغربی جمہوری نظام نافذ کیا اور یوں مغربی جمہوریت کی ساری خرابیاں ان کے اندر پیدا ہوتی چلی گئیں۔ اس وقت تقریباً تمام مسلم ریاستوں میں ملوکیت، جاگیرداری، سرمایہ داری یا مغربی جمہوریت کے ذریعے حکومتیں بنتی اور بدلتی ہیں، جبکہ اسلام کے سیاسی نظام میں ان عوامل کا سرے سے کوئی دخل ہی نہیں بلکہ اسلام کا تو پیغام ہی طبقاتی امتیاز کا خاتمہ تھا۔ اکیسویں صدی کے تناظر میں جدید اسلامی فلاحی ریاست کا قیام ناگزیر ہے، حضور ﷺ نے ایک قلیل مدت میں اسلامی نظریات کے عین مطابق جدید فلاحی انقلابی ریاست قائم کی اور پورے عرب کو اس کے زیر سایہ لانے میں کامیاب ہو گئے کیونکہ افراد کی سیرت کی تشکیل معاشرے اور ریاست سے باہر ممکن نہیں۔ اسلامی ریاست کے قیام کیلئے ضروری ہے کہ ریاستِ مدینہ کا صحیح اور مکمل مفہوم حکمرانوں کے ذہنوں میں ہونا چاہیے

کیونکہ کسی بھی چیز کو جانے بغیر نہ اسے پوری طرح اختیار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے تقاضے پورے کیے جا سکتے ہیں ۔ریاست کیلئے ضروری ہے کہ وہ افراد کے بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دے تاکہ وہ سیاستدانوں کی ریشہ دوانیوں اور ظلم و تشدد سے آزاد اور بے خوف وخطر ہوکر اپنی ترقی وخوشحالی کیلئے مساوی مواقع سے فائدہ اٹھاسکیں۔اس ضمن میں چند سفارشات و تجاویز پیش کی جارہی ہیں اگر اربابِ اقتدار ان کو سامنے رکھ کر اقدامات کریں تو مملکت میں ایک دائمی سیاسی استحکام ممکن ہوسکتا ہے۔

تجاویز وسفارشات :

۱۔ عصری اسلامی مملکت قرآن وسنت کے قوانین واحکام کے مطابق نظام کو چلائے گی۔قرآن وسنت کے مخصوص احکام میں تبدل وتغیر نہیں ہوسکتا،البتہ اجتہادی احکام جو زمانے کے عرف کے لحاظ سے فقہاء نے مستنبط کیے ہوں وہ عرف کے بدلنے سے بدل سکتے ہیں۔

۲۔ اسلام کے نظام احتساب کا بنیادی مقصد ایک ایسے معاشرے کا قیام عمل میں لانا ہے جہاں عدل ،مساوات، برابری،حریت فکر اور شخصی آزادی ہو،کوئی شخص جو شرعی امور کی خلاف ورزی کرے یا ریاستی امور میں بددیانتی کا مرتکب ہو عہدہ منصب کا لحاظ رکھے بغیر اسے قانون کی گرفت میں لایا جائے اور جرم ثابت ہونے کے بعد قانونی کاروائی اس طرح کی جائے کہ وہ باقی افراد کے لیے عبرت کا باعث ہو،اسلام کے نظام تعزیرات کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ شرعی،اخلاقی اور ریاستی قواعد کی پامالی پر اسے ایسی سزا دی جائے کہ اس کو دیکھ کر باقی افراد عبرت حاصل کریں۔آج ان اصولوں کو مغرب نے اپنا لیا ہے جس کی وجہ سے ان کا ریاستی ڈھانچہ مضبوط ہوگیا ہے۔لہٰذا پاکستان میں تبدیلی کے لیے سب سے اہم تجویز یہ ہے کہ احتساب کا نظام مضبوط ہو تاکہ ملک میں بدعنوانی کا خاتمہ ممکن ہو۔

۳۔ بلدیاتی اداروں سے لے کر قومی اسمبلی تک انتخابات کا نظام اتنا مضبوط اور منظّم ہو کہ کوئی ان پڑھ اور رشوت خور صوبائی اور وفاقی سطح پر اسمبلی کا ممبر نہ منتخب ہو۔اہل، دیانتدار اور تعلیم یافتہ افراد کو الیکشن میں حصہ لینے کی اجازت ہو اور جب وہ منتخب ہوکر اسمبلی میں پہنچیں تو ان کے معاشرتی مقام ،مالی حالت اور روابط وغیرہ کا ریکارڈ رکھا جائے اور افراد کی نمائندگی کے دوران اگر اس سے کوئی غلطی سرزد ہو جو اسلام اور نظریہ پاکستان سے متصادم ہو تو اسے نااہل قرار دے کر عہدے سے برخاست کردیا جائے۔

۴۔ عدلیہ کی آزادی اور انصاف کی فراہمی میں رکاوٹ بیشمار عوامل ہیں، پاکستان میں حقیقی تبدیلی کیلئے ضروری ہے کہ عدالتیں بغیر کسی دباؤ کے فیصلے صادر کرتی ہوں۔ انصاف کی فوری فراہمی کیلئے ضروری ہے کہ ججز کی تعداد میں اضافہ کیا جائے تا کہ سالہا سال سے زیر سماعت مقدمے جلد نمٹائے جائیں۔ اسلام میں فراہمی انصاف کی اہمیت کے پیش نظر ہر علاقے میں علیحدہ قاضی مقرر کیے جائیں جو مسائل کی سماعت کے بعد فوری فیصلے صادر کریں۔ آج بھی دنیا کے مہذب ممالک میں صوبوں اور ضلعوں کی سطح پر عدالتیں زیادہ ہونے کی وجہ سے مسائل کے جلد تصفیہ کا موقع بآسانی مل جاتا ہے۔ عدالتی نظام کو کرپشن سے پاک کرنے کیلئے موجودہ 'سپریم جوڈیشل کونسل' کو مزید فعال بنانے کی اشد ضرورت ہے تا کہ بدعنوان اور رشوت خور ججز کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جاسکے۔

۵۔ پولیس کسی بھی ملک کے نظام میں اہم حیثیت کی حامل ہوتی ہے یہ وہ ریاستی ستون ہے جس پر ریاست کے مجموعی ڈھانچے کا انحصار ہوتا ہے کیونکہ مجرم تک پہنچ سب سے پہلے اس ادارے کے اہلکاروں کی ہوتی ہے۔ ہماری پولیس میں رشوت ستانی کی روک تھام کیلئے حکومت کو ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کرنا چاہیے تا کہ وہ اپنے اخراجات کی تکمیل کیلئے رشوت لینے سے اجتناب برتیں۔ اس نظام کی اصلاح کیلئے ضروری ہے کہ ان کی تنخواہوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ ان کے معیار زندگی میں بہتری کیلئے ان کو موزوں سہولیات بہم
پہنچائی جائیں۔ نیز مختلف تربیتی کورسز کے ذریعے ان کو اسلام کی اخلاقی اور معاشرتی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔

۶۔ بیوروکریسی نے پاکستان کو جس قدر لوٹا ہے اتنا کسی اور ادارے نے نہیں لوٹا، غرض جس کا جتنا دائرہ اختیار تھا اس نے اسی قدر اس کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اپنے بینک بیلنس جمع کیے۔ ہماری حکومتوں میں بگاڑ کا بنیادی سبب یہی بیوروکریسی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کئی آفیسر دیانتداری اور ایمانداری سے اپنا فرض پورا کر رہے ہیں لیکن اس میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے اقرباء پروری میں میرٹ کی تمام حدوں کو عبور کر دیا ہے جبکہ مہذب اور جمہوری ممالک میں بیوروکریسی عوام کی خادم ہوتی ہے۔

۷۔ اشیاء میں ملاوٹ اور ان کی قیمتوں میں روک تھام کیلئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ پرائس کنٹرول کمیٹی کے ذریعے ان پر نگران مقرر کیے جائیں، اور ریاست میں ملاوٹ سے پاک اشیاء کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ جو لوگ ذخیرہ اندوزی کر کے بازار میں مخصوص اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کریں ان کو حکومت کی طرف سے سخت سزا دی جائے۔ نیز منڈیوں میں

حکومت با قاعدہ اپنی نگرانی میں ناپ تول کے نظام کو منصفانہ بنائے۔

۸۔ پاکستان میں محصول کے نظام میں اصلاح کی شدید ضرورت ہے، محصول کا بنیادی مقصد عوام کو آرام و سکون پہنچانا ہے نہ کہ عوام کو محصول کے بوجھ تلے دباتے چلے جانا۔ ترقی پذیر اور غریب ممالک میں غیر پیداواری مصروفیات اور اخراجات کو رواج دینا مغربی ممالک کی سازش ہے۔ ورلڈ بینک اور I.M.F قرضے دینے کیلئے ایسے اخراجات اور مصروفیات کی شرائط پہلے ہی عائد کرتے ہیں، ۲۳

سیاسی بھرتیاں اور غیر ضروری اقدامات اور کرپشن نے اداروں کو کھوکھلا کر دیا ہے، اس کے ساتھ ہی قرضوں کی ادائیگی کیلئے عوام پر غیر ضروری محصولوں کا اضافہ کیا جاتا ہے اور ملکی ترقی کے نام پر لیے جانے والے قرضوں کی آڑ میں اپنے مال و دولت میں اضافہ کیا جاتا ہے اور ملک کو تنزلی کی راہ پر دھکیل کر مہنگائی کا رونا رویا جاتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان ہتھکنڈوں سے چھٹکارا پا کر تمام غیر ضروری محصولوں کو ختم کر دیا جائے۔

۹۔ ہر صوبے میں عالمی معیار کی یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا جائے تا کہ جہالت کا خاتمہ ہو سکے۔ انٹرنیشنل یونیورسٹیز کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ پاکستان میں تعلیم کے فروغ کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔ اعلیٰ معیار کی تعلیم کے حصول کیلئے ترقی یافتہ ممالک کے ماہرین کی خدمات حاصل کی جائیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کو اپنے ملک میں وسائل باہم میسر کیے جائیں تا کہ غیر ممالک جانے کا رجحان ختم ہو سکے اور ملک ان کی خدمات سے مستفید ہو سکے۔ آبادی کے تناسب سے ہر ضلع میں کم از کم ایک یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا جائے۔ تعلیم کے شعبہ میں اصلاحات کیلئے مجلس شوریٰ کا قیام عمل میں لایا جائے۔ یونیورسٹیز میں پڑھائے جانے والے نصاب کو جدید اصولوں پر استوار کیا جائے اور امتحانی مراکز میں نقل کی روک تھام کیلئے نظام وضع کیا جائے تا کہ صرف اہل لوگ ہی ایوانوں میں آئیں۔ تعلیمی اداروں کو سرکاری اثر و رسوخ سے پاک کیا جائے اور غیر قانونی بھرتیوں سے اجتناب کیا جائے تا کہ ایسا نظام پروان چڑھے جہاں بدعنوانی پنپ نہ سکے۔

۱۰۔ ریاست میں شراب، جوے اور نشہ آور اشیاء کے تمام کاروباروں پر پابندی لگائی جائے اور جو بھی اس کی خلاف ورزی کرے اس کو اسلامی قانون کے مطابق سزا دی جائے۔ نشاۃ ثانیہ نے انسانی ضروریات میں اضافے، افراط زر، مصنوعی خوراک اور مذہبی سہارا چھین کر انسان کو ذہنی، جسمانی اور اعصابی طور پر کمزور کر دیا ہے لہٰذا مایوسی کی فضا میں زیادہ سے زیادہ

لوگ ان ذہنی وجسمانی الجھنوں سے وقتی فرار کیلئے نشے کے عادی بنتے جا رہے ہیں۔اسکے ساتھ ہی منشیات کا کاروبار کرنے والے مختلف طریقوں اور حربوں سے اپنے کاروبار کو پروان چڑھانے کیلئے لوگوں کو نشے کا عادی بنا رہے ہیں کیونکہ قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی اپنی مالی ودنیاوی ضروریات کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے رشوت لے کر ان منشیات فروشوں کو چھوڑ دیتے ہیں جس کی وجہ کمزور قانون سازی اور قانون کا نفاذ ہے۔

۱۱۔ پاکستان میں شجر کاری ہنگامی بنیادوں پر کی جائے تاکہ ریاست سرسبز وشاداب ہو۔اس مقصد کیلئے محکمہ جنگلات کو مختلف شہروں میں پراجیکٹ دیے جائیں تاکہ آلودگی کم ہو۔ملک کے نیم ریگستانی علاقوں اور خالی زمینوں پر جنگلات لگائے جائیں۔ملک میں سیاحت کو فروغ دیا جائے، سیاحوں کو سازگار ماحول فراہم کیا جائے تاکہ وہ پاکستان کا نیا چہرہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔

۱۲۔ پاکستان میں مضبوط check and balance کا نظام ہونا چاہیے۔ادارے مستحکم بنیادوں پر قائم ہوتے ہیں ان کے اندر آئینی، قانونی، انتظامی اور سیاسی check and balance کا نظام اتنا سخت ہوتا ہے کہ کوئی طاقتور بھی بچ نہ سکے۔ہمارے ملک میں طاقتور لوگوں کیلئے کوئی check and balance نہیں ہے، عدالت بھی ان کے آگے بے اختیار ہے۔

۱۳۔ قبائلی علاقوں میں یونیورسٹی اور اسپتال کا قیام یقینی بنایا جائے، ان کے لوگوں کو سینٹ میں نمائندگی دی جائے۔ملک میں علیحدگی پسند طبقے کو مذاکرات کی میز پر لایا جائے، ان کے مطالبات سنے جائیں اور ان کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا ازالہ کیا جائے۔غیر ملکیوں کے انخلا کیلئے واضح پالیسی بنائی جائے۔قومی سلامتی کے اداروں کو آئین کی حدود میں رہتے ہوئے کام کرنا چاہیے۔

۱۴۔ صحت کے نظام کو بہتر بنایا جائے، سرکاری اسپتالوں میں ڈاکٹروں کی حاضری کو یقینی بنایا جائے، جان بچانے والی ادویات پر ڈیوٹی کم کی جائے۔ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر فرد کو طبی سہولتیں فراہم کرے اور اس کیلئے ضروری ہے کہ سرکاری اسپتالوں میں علاج معالجے کے آلات وادویات کا بہتر انتظام کیا جائے۔

۱۵۔ صحافت کے شعبے کو مذموم مقاصد کے لیے استعمال نہ کیا جائے، سب کو آزادی اظہار رائے حاصل ہو۔حاکم سے اختلاف کرنے، اس پر تنقید کرنے یا اس کے کسی فعل پر اس سے مواخذہ کرنے میں ہر فرد آزاد اور اخلاقی حدود کا پابند ہے۔

اسلامی مملکت میں یہ روح نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے نتیجے میں رونما ہوئی:

قل الحق وان کان مرا

''حق بات کہو چاہے وہ کسی کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔'' ۲۴

نبی ﷺ کے اس ارشاد پاک میں بے پناہ حکمتیں موجود ہیں: ایک یہ کہ عوام کے حکومتی معاملات میں شرکت کی صورت پیدا ہو، دوسرا یہ کہ معاملات کی اصلاح و بہتری کا سلسلہ جاری رہے، تیسرا یہ کہ حکومت کو اپنے اقدامات کا شرعی جواز ڈھونڈنے اور عوام کے سامنے اس کی وضاحت کا موقع مل جائے۔

۱۶۔ مذہبی آزادی اور عدم تشدد کے نظریے اور فلسفے کو پروان چڑھایا جائے۔ ریاست اقلیتوں کے حقوق کی محافظ ہو۔ غیر مسلم باشندگانِ مملکت کو حدود و قانون کے اندر مذہب و عبادت، تہذیب و ثقافت، اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی حاصل ہو اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون یا رسم و رواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہونا چاہیے البتہ انہیں ملک کے نظریاتی تشخص کی نفی کرنے اور اس کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

۱۷۔ حکومت کا اہم صیغہ عاملہ یا انتظامیہ ہے اس کا کام ملک میں قوانین کا نفاذ کرنا اور مقنّنہ اور عدلیہ کے احکام کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ اسلامی مملکت کے نظم و نسق کی بہتری کیلئے عدلیہ، مقنّنہ اور انتظامیہ تینوں میں توازن ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر ان تینوں اداروں میں سے کوئی بھی افراط و تفریط کا شکار ہو تو اس کا نتیجہ ملکی عدم استحکام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ عدالتی فیصلوں کا متعلقہ معاشروں پر گہرا اثر ہوتا ہے، جس ملک کی عدلیہ قانون کی پاسداری کرتی ہے اور فریقین کو عدالت سے انصاف مل سکتا ہے وہ مشکل سے مشکل بحران سے نکل سکتی ہے۔

۱۸۔ ریاست کی کارکردگی اور اس کی نشو و نما و کامیابی کا دار و مدار اس کے ذمہ دار عہدیداران پر ہوتا ہے، چنانچہ ایک سربراہ ریاست کی اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ریاست کے انتظامی مناصب پر ایسے لوگوں کا انتخاب کرے جو ریاست کے مقصد وجود سے آشناء، اہل اور دیانتدار ہوں، اپنی صلاحیتوں کو ٹھیک استعمال کرتے ہوں اور اپنے عہدوں سے انصاف کر سکیں۔

ہمارا ملک آئینی طور پر اسلامی ریاست ہونے کے باوجود بھی عملی طور پر اسلامی ریاست نہیں، کیونکہ اس کی ضروری شرط یہ ہے کہ قانون کی حکمرانی ہو جس میں صدر، وزیر اعظم، گورنر اور جملہ افسران کے تحفظات کا کوئی قانون نہ ہو لیکن ہمارے ملک میں طاقتور کا قانون نافذ ہے۔ جس ملک میں عوام اور طاقتور طبقے کے درمیان قانون برابر نہ ہو وہ ریاست فلاحی ریاست

نہیں ہوسکتی۔فلاحی ریاست کیلئے لازمی ہے کہ قومی ادارے مضبوط ہوں اور مواخذہ بطور نظام قائم ہو۔پھر اسلامی ریاست کیلئے ضروری ہے کہ پورا نظام اور حکمت عملی واضح اور شفاف ہو اور منتخب نمائندگان کے اثاثہ جات،اخراجات اور مراعات عوام کے علم میں ہونی چاہیئیں۔ملک کے تمام وسائل و ذرائع پر مخصوص لوگ قابض ہیں اور عوام کیلئے روزگار ہے نہ ذریعہ معاش،عدل و انصاف ہے اور نہ جان و مال کا تحفظ۔عصر حاضر کے حکمرانوں میں اگر عہد نبویﷺ اور خلافت راشدہ جیسا طرز حکمرانی پیدا ہوجائے تو دیگر تمام نظام حیات مثلاً معاشرت،معیشت،عدل و احتساب،دفاعی و خارجی امور،اور تعلیمی معاملات میں انقلاب آفرین مثبت تبدیلیاں لائی جاسکتی ہیں،کیونکہ اسلامی نظام حکومت ایک منفرد اور مکمل نظام ہے جو اشتراکیت اور جمہوریت دونوں کی ضد ہے۔اسلام میں جمہوریت یا اشتراکیت کا پیوند لگانا اسلامی نظام حکومت کو ناقص قرار دینے کے مترادف ہے۔اسلام کی آفاقی تعلیمات اپنانے سے مستقبل میں قومی عصبیت،مذہبی اختلافات اور سیاسی تعصّبات کی جگہ بین الاقوامی امن و امان،حرمت انسانی اور حلیفانہ تعلقات کو فروغ حاصل ہوگا اور اکثریت و اقلیت کے مابین سیاسی و مذہبی ہم آہنگی پیدا ہوگی،لہٰذا ملّی تشخص،نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کا احترام اور ریاستی استحکام کیلئے ایک آزاد،خود مختار اور فلاحی ریاست کا وجود ناگزیر ہے۔

حواشی ومصادر :

۱۔ وهبة الزحيلى ،دكتور ، الفقه الاسلامى وادلة ، مكتبه رشيديه كوئٹه ، ۲۰۰۰ء ، ج۸ ،ص۶۳۱۷

۲۔ ابو عبيد ،عارف خليل دكتور ،العلاقات الخارجة فى دولة الخلافة ،دارارقم كويت ،۱۹۸۰ء،ص ۴۴

۳۔ خورشید، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، فضلی سنز کراچی، ۱۹۶۳ء، ص ۲۵۷

۴۔ ابن منظور ،محمد بن مكرم ،لسان العرب،دار المعارف ،قاهره ،س ن ،به ذيل ماده فلح،ص ۳۴۵۸

۵۔ Simpson,J.A,Weiner,E.S.C.,The Oxford English Dictionary, Clarendon Press Oxford, p:1457

۶۔ Bruce,Maurice,The Comming of the Welfare State,Great Britian by William Clowes and Sons Ltd,London,1968

۷۔ ابن خلدون ، عبد الرحمن ، المقدمه ، مطبعة لجنة البيان العربى مصر ، ۱۹۶۵ء ، ج۲،ص۶۸۸

۸۔ ابن حنبل ،احمد بن محمد ،المسند ،دار احياء التراث العربى ،بيروت ،لبنان ،۱۹۹۶ ، ج۳،ص ۳۷۱

۹۔ غزالى ،ابو محمد بن محمد ،احياء علوم الدين،مصطفى البابى الحلبى ،مصر ،۱۹۳۹ء، ج ۱ ،ص ۱۲

۱۰۔ سوره طه،۱۱۹

۱۱۔ ترمذى ،ابو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ ،جامع الترمذى موسوعة الحديث،دارالسلام، سعودى عرب،۲۰۰۰ء ،كتاب الزهد ،باب منه الخصال التى ليس لابن آدم حق فى سواها،حديث ۲۳۴۱

۱۲۔ سوره الحج،۴۱

۱۳۔ ابن هشام ، ابو محمد ، عبد الملک ،السيرة النبوية، دار الجبل ،بيروت، س ن ، ج۲،ص۱۰۶ تا ۱۰۸

۱۴۔ ايضاً، ج۴،ص ۹۰ ، ۲۶۸ نيز علوى، ڈاکٹر خالد، انسان کامل، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۳۲۵

۱۵۔ طبرى ،محمد بن جرير،تاريخ الرسل والملوک ،دارالمعارف ،بيروت ،لبنان،س ن ،

ج ۴، ص ۷۸

۱۶۔ محمد الخضری بک ، محاضرات فی تاریخ الامم الاسلامیۃ ، دار المعرفۃ ، بیروت لبنان، ۱۳۷۶ھ، ۲/ ۳۲، ۱۳۳

۱۷۔ قشیری، محمد بن مسلم، صحیح مسلم، موسوعۃ الحدیث، طبع دار السلام، سعودی عرب ، ۲۰۰۰ء، کتاب الامارہ ، حدیث ۳۴۰۸

۱۸۔ ابن قیم الجوزیۃ، ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر، الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ القاھرۃ ، ۱۹۵۳ء، ص ۲۳۷

۱۹۔ کتانی الفاسی ، التراتیب الاداریہ والعمالات والصناعات والمتاجر والحالۃ العلمیۃ التی کانت علی عھد تاسیس المدینۃ الاسلامیہ فی المدینۃ المنورۃ العلیۃ ، رباط ، ۱۳۴۶ھ ، ج ۱، ص ۲۹۵

۲۰۔ بخاری، ابو عبداللہ ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، موسوعۃ الحدیث، دار السلام، سعودی عرب، ۲۰۰۰ء، کتاب المغازی ، باب غزوہ ذات الرجیع ، حدیث ۴۰۹۰ نیز حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۱۸۴

۲۱۔ Rousseau.,Jean Jacques,The Social Contract or Principles of Political Right,Tr.Tozer,Henry,J.,George Allen and Unwin Ltd,London, 1948,P:22

۲۲۔ سورہ الانعام:۱۰۲

۲۳۔ مثلاً مختلف قسم کی یادگاریں تعمیر کرنا (باب پاکستان، چاغی کی پہاڑیوں کے ماڈل وغیرہ)، اسکے علاوہ کھیل اور دوسری تعیّشات پر بھی کروڑوں روپے خرچ کرائے جاتے ہیں، اس طرح قرضہ لینے والی قوم کا آدھے سے زیادہ پیسہ تو ان شرائط کی نظر ہو جاتا ہے باقی بچنے والا مختلف عہدوں پر بیٹھے ہوئے افسران کی جیب میں چلا جاتا ہے۔ لہٰذا درحقیقت قرضے کا بمشکل ۱۰ سے ۱۵ فیصد ہی ترقی کے کاموں میں لگایا جاتا ہے، ساتھ ہی شرائط کے مطابق منافع بخش ادارے (پاکستان اسٹیل ملز،P.I.A وغیرہ) قرضوں کے بوجھ تلے تباہ ہو چکے ہیں۔

۲۴۔ تبریزی، الخطیب، محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصابیح، دار الفکر، للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۱ء، کتاب الاداب، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، حدیث ۴۸۶۶

المقارنة بين المرأة الغربية والمسلمة دراسة تحليلية

☆دكتور خليل احمد
☆ ☆ دكتور سردار احمد

ملخص:

لا ريب أن الشرع كما جعل الرجل فى محور خطابه، كذلك خول للمرأة اهتمامه البليغ، بل منحه درجة ما يفوق التصور، أعطى المرأة نصيبا من الميراث، كما قال الله سبحانه وتعالى

وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا . ١

وليس هذا فحسب، بل أعطاها الشرع مجالا لتستشار فى الأمور العائلية إذا أراد الرجل، كماقال الله سبحانه وتعالى

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا. ٢

ومن رعاية الإسلام للمرأة أن الله سبحانه وتعالى قد أفرد لها بالذكر بسورة تختص للنساء، فحسب، فسماها بسورة النساء، وقد بين فيها أحكام النساء واهتمامها ورعايتها وبين فيها أحكام الزواج والطلاق واليتامى والوصية والمواريث والحرمة وأحكام البيتوتة وغيرها، حتى ما بقى شيء من حياتها الذى لم يقيده الشرع بذكره.

ومن ثم فإن المرأة إذا اهتمت بأحكام الشرع برمتها فتكون متمسكة بلواء السعادة فى الدنيا والآخرة، أما إذا زاغت المرأة عن الجادة وحذت حذو الغرب فى نطقها وكلامها وفى زيها وهندامها،

☆اسسٹنٹ پروفیسر ،شعبه عربی،اردو یونیورسٹی کراچی
☆☆اسسٹنٹ پروفیسر ،شعبه عربی،اردو یونیورسٹی کراچی

فتكون ضيقة العيش ومبتعدة عن الرخاء والإخاء، فلا يكاد أحد أن يصلحها ما دامت مصرة على تقليدها . والباحث اختار هذا الموضوع ما يسمى المقارنة بين المرأة الغربية والمسلمة، لأجل أن الناس قلما يذكرون أحوال المرأة فى ما بينهم وخاصة فى الكتب، تجد أن المرأة المسكينة لا تذكر دائما حتى افتقدت كثيرا من الأمور التى كانت بأمس الحاجة إليها، ومن ناحية أخرى أن الغرب اقتحم هذا الميدان وعنّ له أنه هو الذى يؤكل المرأة لا غيره ، فجعل المرأة تتقلد الغرب فى كل شيء حتى التبس الحق بالباطل، وزد على ذلك أن المسلمة بدأت تفتخر بذلك، فيا أسفا على ذلك.

أهمية المسلمة تحت المجهر الشرعي:

إن المرأة المسلمة بالنسبة إلى المجتمع إما هى تكون أمّا، أو أختا أو زوجة، فمن واجبات المرأة التى تجاه الرجل أن يراعى كرامتها بالتعليم والتثقيف، لتصبح امرأة ناجحة. فالمرأة ليست عظمتها فى أن تجلس على أعلى المنابر أو تطلع أمام التلفاز والشاشة، وتبرز نفسها عبر الإعلام فتناقش الرجال بدعاية الحرية، وتتقاضى الاستقلال عن سيطرة الشدة المنسوبة إلى الشرع بزعم الغرب.

ولا هى التى تخالط الرجال فى نيل العلم والتثقيف الجديد ولا هى التى تُرصّع الأذهان بالفلسفة والحكمة الجديدة زعيمة بأنها مزخرفة بالعلوم الجديدة، وأضيف إلى ذلك أن بعض النساء تفسر الآيات القرآنية والأحاديث النبوية بأسلوب جديد حسبانة بأنها تعمل عملا حسنا.

ولا المرأة ترفع شأنها فى سبيل أن تمرض المرضى وتعالجهم فحسب، إنما أهميتها فى أن لا تعرف غير بيتها ولا تفطن من الناس غير زوجها، وتدرك من البيت عجره ببجره، وهى لكأنها المرأة البارة وقد أحرزت النجاح بين نساء العالم.

ولقد أكرم الشرع المرأة بأن رفع شأنها وأعلى عزتها وعظمها ما لم يظفر به الغرب عن حصوله، ولم يستطيعوا عن دركه، فما وجدوا سبيلا إلا أن بدؤا ينازعون الشرق فى شأنها، ويرمون الإسلام بالشدة والعنف .ما الأمر الذى أدى إلى أنهم حادوا عن الطريق وابتعدوا عن الجادة فأفرطوا

فی حقها.

ناهیک بالأمثلة التی قد تشرف الشرع بنا بذكرها فی القرآن الكریم والحدیث النبوی، كما بین الله سبحانه وتعالی اهتماما لشأن الأم فی قوله تعالی: وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ .٣

وقال الله جل وعلا : وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً. ٤

وقال تعالی: وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا. ٥

یری الباحث فی الآیات المذكورة بإمعان النظر بأن الشرع كیف راعی بذكر الوالدین فی القرآن الكریم حیث ذكرهما عقب ذكر التوحید والألوهیة، وكأنه أشار إلی أن أهم الشیء بعد الإیمان بالله تعالی و توحیده هو إطاعة الوالدین، وكذا كم فی الحدیث النبوی .فإن النبی صلی الله علیه وسلم خص الأم بحس الصحبة، كما رواه البخاری فی صحیحه: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبُوكَ .٦

ولیس فی هذا الباب حدیث واحد، بل الأحادیث والآثار التی وردت بصدد هذا كثیرة، والتی ذكرها الباحث غیض من فیض، وقلیل من كثیر، فإن خیر الكلام ما قل ودل وجلّ ولم یملّ.

تربیة المرأة وتعلیمها:

إن مما لا بد للباحث أن یفلت نظر القاری إلی العنصر المهم، وهو تعلیم المرأة وتربیتها، فمن الواجب أن یربی أحد المرأة علی المنهج الإسلامی، فیؤدبها ویحسن تعلیمها علی وفق الشرع، لتعرف ما تنفعها وما تضرها، وذلک لأن العلم لیس للرجال فحسب، بل لها حق فی أن تثقف نفسها فی موكب التعلم، لأن النصوص التی وردت فی شأن العلم هی عامة.

والذی ألفت بصره إلی خلاصة كلام الله تعالی یجد حلاوة أسلوب الحكیم، فإنه عز وجل استعمل أسلوبا جمیلا، فی مواضع شتی، حیث تناول سبحانه وتعالی الذكر والأنثی فی محور خطابه،

كما قال الله سبحانه وتعالى: إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ.٧

وفى موضع آخر: وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ. ٨

وكذا الحال فى الحديث مثل ما ورد عن النبى صلى الله عليه وسلم وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الجَنَّةِ. ٩

فعم فى ذكر العلم يشمل الخطاب كليهما، وقد صرح فى بعض الآثار بذكر المرآة، فقال عليه الصلاةوالسلام: طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة.. ١٠

فالمقصود من تعليمها أن تكون متميزة بضرها ونفعها ولا تبقى جاهلة فى المجتمع، فتفوت منها معظم شطر من الشرع.

والعلم الذى افترض على المرأة، هو تعليم أركان الإسلام وما تنفعها من الأمور التى تختص البنت فى حياتها، فآن الوقت إلى أن استخرج العلماء بعض الشروط التى أدت إلى جواز الخروج للمرأة إلى المدارس والجامعات الإسلامية كى تتعلم فيها ما هو المطلوب منها .وهى كالتالى:

(1) إذن الوالدين أو ما ينوب منابها: لا بد لها من إذن أبويها أو ما ينوب منابها، مثل العلم إذا لم يكن الوالد على قيد الحياة، فإن كانت متزوجة فعليها أن تستأذن زوجها، فإن أذن لها تخرج لحصول التعليم، وإلا فلا.

(2) العصمة عن خلوات الأجانب: وذلك لأن الخلوات بالأجانب والدراسة المختلطة تفضى إلى فساد عظيم، ما ينتج مدى مخاطرها إلى وصمة الشعب التى تؤدى إلى شجار عائلى، كما نبه عليه الشرع حيث جاء فى الحديث أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ لَا تَحِلُّ لَهُ، فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ. ١١ وأيضا قال عليه الصلاة والسلام : لما سئل عن الحمو، فقال: الحمو الموت. ١٢

والحاصل: أن ضرر الخلوة بالأجانب لا يسفر إلا الخسارة الفادحة والصفقة البائرة.

(3) أن تخرج محتشمة: يجب عليها أن تخرج محتشمة راعية لنواميس الشرع وأصول الدين

بحيث لا تخرج معطرة ولا مكتشفة ولا مبدية زينتها وملابسها، فالحاجة ماسة إلى غاية الحيطة والحذر .ما الأمر الذى أدى إلى أن تطأ الأرض بأقدامها على مهل، كى لا يسمح دوى خلاخيلها من يمشى بجوارها.

فبعد هذه الشروط يسمح للمرأة المسلمة أن تخرج إلى العلم لتعرف محاسن السلوك فى الأسرة وحسن التدبير فى المنزل.

أم لو فقد شرط من هذه الشروط فمصراع بيتها خير لها من أن تكون زينة للسوق، وأن تكون مخدرة فى البيت أفضل من أن تكون بهاء للأجانب.

مضرات السفور:

إن أخطر ما يداهم الأمة الإسلامية هو محاولة انتشار السفور بين أوساط الناس فى ديار المسلمين من قبل الغرب، لأن الإسلام تأكد عن الحجاب ونهى الشعب عن السفور، كما قال تعالى: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ١٣

فالهندام الإسلامى يعصم المرأة عن المهانة وافتراس الذئاب إياها، فالمرأة إذا تكتشف وجهها وتختلط الأجانب، فإن ذلك يؤدى إلى فوضى ما لا ضابط لها، فعند ذلك يبث الأذى فى المجتمع، ما الله به عليم، ومن ثم الغرب يدعى بأنه يوفر للمرأة فى زعمه من الحقوق التى تنفعها، ولكن الأمر خلاف ذلك، لأنه هاون بها، وتمسخر عليها، فإن المرأة فى بلدان الغرب لم يكن حالها إلا خاليا من الإنسانية، فإنهم حاولوا قدر الإمكان أن يجعل الرجل بحيث يعبد المرأة ويذعن رأسه دونها، كى تسلط المرأة على العبد، فيعبد هواها، ولا يكون الرجل فى وسطها إلا مثل العبد الذى يدور بين ملوكه، والخادم الذى يكون على رهن إشارة سيده.

وفى الحقيقة أن الإسلام قد ألغى ما جرت عليه الجاهلية من تقليد الرجل للمرأة فى كل رطب ويابس، وقرر لها الحق ما يليق بشأنها وجعل لها حقا فى الإرث، والوصية وغير ذلك ما لم يظفر به الملل، فقرر لها الاستقلال عن الرجل، وجعلها مسئولة عن نفسها، فصار كل واحد من الرجل

والمرأة تخلص عن ورطة الإفراط والتفريط.

ومن ناحية أخرى فإن الإعلام الغربى جعل يتوعد لها الرقى والعلى ويمنع أعباء المسئولية على رأسها زعما بأنه يعطى المرأة حقها فى الحرية، ولكن الحرية حق الحرية فى ضوء الإسلام بسبب أن شريعة العزيز الحكيم تحقق هذا الأمل وأنجز ما وعدنا ربنا كفلا للمرأة فى إعطاء حقها، فالنظام الإسلامى وأطيب نظام فى العدل والسوية، ولكن ماذا نقول للغرب المخبول الذى قد سد عينيه دون الإنصاف.

ما ذا تقدم الغرب للمرأة:

والجدير بالذكر هنا مكانة المرأة لدى الغرب، وأهميتها عندهم، وأن الغرب ما ذا تقدم للمرأة، فالواقع أن الغرب لا يبالون بها شيئا، فهى عندهم أصل الخطيئة بسبب أنها تسبب لإخراج آدم من الجنة، وهبوطها من دار النعيم إلى دار اللئيم، وزعموا أنها هى التى تمارس أعمالا تحط عن قدرها وتنزل عن منزلها، فلذا هم يحرمون المرأة من الإرث لا شفقة عليها، بل لترد إرثها إلى غانية زانية.

وأضيف إلى ذلك أن النساء فى الغرب قيمتها أنقص من الإنسانية، فهى تباع وتشترى فى الأسواق على نطاق واسع، فأوسع تجارة عندهم هو تجارة النساء، فالساحة الغربية يروجون متجرهم شيئا فشيئا، حتى وصل الأمر إلى أن بعض الناس عجزوا عن دركها، فابتكروا طرقا حديثة لنيلها، فجعلوا يغتصبون النساء من الأسواق ويفتكون بها، ما الأمر الذى أدى إلى أنهم جعلوا يقتلون بعض البنات عصما عن وخيمة العار، فالويل والويل لهم! كم يحملون أوزارا، والعدد الكبير فيهم من لا يعرف الأبناء آبائهم، والآباء أنجالهم.

الحذار كل الحذار:

إن من خطة أعداء الإسلام أنهم غزوا أسواق المسلمين فى بلدانهم، أنهم فى شكل السفور والتبرج، فقد أبرز هذا العمل عن أغرب ما تكشف أسوء النتائج، فالمرأة المسلمة إذا فقدت حيائها وحجابها فقد فقد حقيقة وجودها، والسبب الأكبر فى التبرج هو ما تبث فى بعض الدور من السينيماء والأفلام الماجنة وتعلقه من الصور الخليعة، وزد على ذلك القنوات الفضائية عبر التلفاز والشبكات،

ومـما لا بد من ذكره: هو أن الشعب لم يستطع على سيطرته، ما الأمر الذى أدى إلى أن أبنائنا وأجيالنا فسدت أخلاقهم وديانتهم حتى عجز القوم عن الدفاع، فرفعوا راية الاستسلام دونهم.

وإن مـن التـأسف من لا ننساهم أن وراء الأفلام العارية والصور المكتشفة ودكاكين التجميل وبيوت السينماء وراء ذلك، كلها يترصد اليهود .ومما يؤكد مقالنا أن التبرج والسفور ليس عوارها الجسدى فحسب، وإنـما تسفر عن فكرها وعقلها ودينها فى مظاهر الحضارة، ومما لا يشك فيه اثنـان أن السفور محاولة لانتباه النفوس إلى نفسها، وهو داء مدمن لا يشعر به أحد، فالحقيقة أن ضرر السفور انتشر فى المجتمع انتشار النار الحطيب.

فـليكـن أبناء الإسلام على حذر، وليحتط شبابنا عن مخطة الأعداء كل التحوط، فإن أعدائنا يتربصون بنا الدوائر، ليسفروا عن أمهاتنا وليبعدوا الحجاب عن بنات قومنا .فالحذار كل الحذار.

الموازنة بين الفئتين:

إن مـمـا يـجـدر بالباحث أن يذكر هنا أن المرأة فى الغرب على الرغم من أنها خصلت ونالت مـن الـحـقـوق الـكثيـرة، كما يزعم الغرب، ولكنها لا تزال مترددة، فهى تحاول قدر الإمكان أن تقوم مـقـارنة لـلـرجـل، وتتدخل فى شئونها وتلزم على نفسها من الأمور التى ليس بواجبة عليها، فلذا تدفع المهر عن نفسها للرجل على الرغم أنه أوجب الشرع على الرجل.

والـمـرأة الغربية تطالب زوجها عن نفقتها، بل لكأنها هى مسئولة فى ذلك، فأدى الأمر إلى أن النساء فى الغرب جعلن يخرجن للعمل بكورها وإناثها والأيامى والثيبات كلهن يكسبن الرزق.

وعـند ما كثر الاختلاط بين الصنفين من الذكر والأنثى، نشر سوء العواقب فى المجتمع، فآل الأمر إلى أن البنات والأخوات والأمهات لا يعنون بأسا بما وقع أمامهن من الهنك والفضح بل اتخذن عيـن الـلـذة والسـرور مـا يجب أن لا يصرح بذكرها، فأدى الأمر إلى فساد عظيم بل صار الأمر فوق ذلك ما نتجت مساويها إلا مخاطرا كثيرة.

أمـا الإسلام فقد منح المرأة حياة سعيدة بحيث سد جميع الأسباب التى حملته إلى أن تخرج

من البيت خارجا، بل جعل على كاهل الرجل نفقتها وأعفى المرأة عن ذلك، فما دامت المرأة غير متزوجة، فالنفقة على أصولها وفروعها حسب ما ذكره فقهاء الأمة الإسلامية نور الله مراقدهم .

أما إذا تزوجت فحمل القوت على رأس الزوج، ينفق عليها حسب قوتهم، فهل يدرك أحد أن ينال مدى عظمة الدين والإسلام، فسبحان من لا يدركه العقول ولا يعقله الفحول.

مآل الاختلاط الفاحش:

إن الاختلاط الغربى قد جاء بخسائر فادحة بين أوساط الناس ما يعرفه الدانى والقاسى، وهى تعيش بعيش رغد وابتسامة، ولكنها تبتسم بحيث تبسمها مضمحل، فقد حرم من الزواج والأولاد والعيش الحقيقى، لأنها متعودة مع الأصدقاء المكارين ومتأقلمة بالشبان الجدد، فلذا كثيرا ما نرى أن وقوع الطلاق صار أمرا واقعيا، والسبب فى ذلك كله هو الاختلاط الفاحش، نعم! لقد كانت فى القديم تحضر المساجد ومجالس العلم، والغزو والجهاد، وتتحرك فى تلك الدوائر مهما أمست الحاجة إليها، ولكنها دون الاختلاط.

فإن النساء اللاتى يخرجن متبرجة فى دول الغرب يتردين يوما فيوما حسب نهضة الخلق وعلو الهمة، لأجل شدة الانهماك فى اللهو واللغو، ولقد ترى أن لكل أمة من الأمم خصائص ومزايا تعرف بها، والأخص من هذه المزايا الزى، فالحجاب الإسلامى وجاهة للمرأة وكرامة .أما التبرج فوخيمة وشنيعة، والأدهى والأمر من ذلك أن التبرج يجر من الجرائم مالا نهاية له، فكم مرة اغتصبت النساء من بين الشعب بسبب السفور، وكم مرة تقع الفتن العشوائية بسبب التبرج حينما تخرج سافرة، وخاصة إذا كانت تتصادق بالصداقة الكاذبة، فكل ذلك يؤول آخر النهاية إلى خلافات زوجية، فلذا على الواحد منا أن المرأة إذا تخرج من البيت من غير حجاب أن يمنعها.

و يا للأسف! تجرى الرياح بما لا تشتهى السفن، فنحن نرى بعض الإخوة لطالما سبق فى مثل هذا الكلام إلا وجعل يردد هذا القول: إن هذا ظلم .فالذى أتسائل أن ما يقع بعد الفحشاء والزنا وغير ذلك، أهو هين أم لا؟ فإذا كان الجواب فى النفى، فهذا عين الذى جاء فى القرآن الكريم، كما قال

الله سبحانه وتعالى: وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ. ١٤

فالحكيم هو الذى يلبس بنتها بملابس شرعية، مثل العباء الفضفاض، والجلباب الواسع، كى تتميز المسلمة من الغربية الكافرة، فإن المسلمة إذا بدأت تتشبه الغرب فى رطب ويابس، وتحاكيه فى كل ما هب ودب، فكأنها استورطت فى سيطرة الأعداء، فبعد ذلك بأية غزوة نغزوها وبأية ساحة ننهزمها.

فالواقع أن الغرب لطالما حاول أن تخرج المرأة الإسلامية سافرة عارية تظهر جميع بدنها وتزخرف المرأة بملابسها، ليراها كل غاد ورائح، فتلبس ثوبا بحيث ثوبها لاصق بظهرها ليعرف مد حجم ظهرها.

والحقيقة أن الأعداء يريدون أن يبعدوا المسلمة عن آداب الإسلام، فنحن بأمس حاجة إلى أن نوقظ الأمة عن التغافل، لتقام النهجة فى المجتمع الإسلامى، فإن بناتنا اليوم تلبس بملابس بحيث تحتشم أمهاتنا عن تلك الملابس فضلا عن لبسها، ولو كانت فى غرفة النوم.

طوبى للمحتشمة:

إن المرأة الكريمة والبنت المحترمة إذ طفقت تهتم بأحوال الشرع الفردية والاجتماعية، فإن ذلك تضمن بعيش كريم لنفسها ولأسرتها بجمعاء كما قال على لفاطمة: ما هى خير النساء؟ فقالت " التى لا ترى الناس ولا يروها، وأمر الله سبحانه وتعالى نساء العالمين بأن المرأة إذا تخرج من البيت فلا تخرج إلا محتجبة بحيث لا يرى منها إلا عين واحدة، كما قال الله تعالى:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ. ١٥

فالله تعالى أمر المؤمنات بالستر والحجاب وهن زوجات الرسول عليه الصلاة والسلام فلذا اتفق بعض العلماء على أن وجه المرأة لا بد أن يغطى، فذهب بعض العلماء مثل ابن الجوزى والطبرى وابن كثير وأبى حيان وأبى السعود والجصاص الرازى إلى أن وجه المرأة من العورة، كما ذكره دكتور وهبة الزحيلى فى التفسير المنير. ١٦

وفى الترمذى: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُوَرِّقٍ، عَنْ أَبِى الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا

الشَّيْطَانُ.١٧

فالحاصل: إن الله سبحانه وتعالى قد أمر فى الآية الكريم النساء بالتستر والحجاب، وأمر بنات المسلمين بأن لا يخرجن سافرات عاريات، وقال الشيخ وهبة الزحيلى فى تفسيره فى شأن هذه الآية المذكورة ما لفظه هكذا:

"أمر الله تعالى نساء النبى صلّى الله عليه وسلّم بملازمة بيوتهن، ونهاهن عن التبرج: وهو إظهار ما ستره أحسن .والخطاب وإن كان لنساء النبى صلّى الله عليه وسلّم، فقد دخل غيرهن فيه بالمعنى، ولأن الشريعة تكرر الأمر فيها بلزوم النساء بيوتهن، وعدم الخروج منها إلا لضرورة .وإنما خوطبت نساء النبى صلّى الله عليه وسلّم بذلك تشريفا لهن، وليكونن قدوة الأمة فى الطهر والصون والعفاف."١٨

نتائج البحث:

1- لقد اهتم الإسلام بالغ الاهتمام فى شأن المرأة، حتى أنه عين له نصيبا فى الميراث.
2- لقد أنزل الله سبحانه وتعالى سورة النساء التى هى تختص بأحكام الشرع.
3- المرأة إذا اهتمت بأحكام الشرع تكون سعيدة فى دنياها وفى آخرتها.
4- إن الإسلام لا يمنع المرأة من تعليمها، بل افترض على المرأة تعليم أركان الإسلام، وما تنفعها من الأمور التى تختص فى حياتها.
5- إن الغرب لم يقدم شيئا للمرأة، بل جعلها تباع وتشترى.
6- إن الغرب يحاول أن يجعل المرأة تفقد حيائها وحجابها، فإن فقدت حيائها وحجابها فكأنها فقدت حقيقة وجودها.
7- الاختلاط الغربى قد أنتج نتائج فادحة حتى أصبح وقوع الطلاق أمرا واقعيا.
8- بما أن الله سبحانه وتعالى قد أمر فى كلامه النساء بالستر والحجاب فيجب على النسوة الحجاب والستر كرامة لهن.

المصادر والمراجع:

١. النساء، الآية: 78.

٢. النساء، الآية: 128.

٣. لقمان، الآية: 14.

٤. الإسراء، الآية: 23.

٥. النساء، الآية: 36.

٦. صحيح البخارى، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخارى الجعفى، تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ه: ج 8 ص 2.

٧. فاطر، الآية: 28.

٨. القصص، الآية: 80.

٩. صحيح البخارى: ج 1 ص 24.

١٠. الدرر المنتشرة فى الأحاديث المشتهرة، عبد الرحمن بن أبى بكر، جلال الدين السيوطى (المتوفى: ٩١١)، تحقيق: الدكتور محمد بن لطفى الصباغ، عمادة شؤون المكتبات – جامعة الملك سعود، الرياض: 141.

١١. مسند الإمام أحمد بن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيبانى (المتوفى: 241ه)، تحقيق: شعيب الأرنؤوط – عادل مرشد، وآخرون، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 ه – 2001 م: ج 24 ص 462.

١٢. مسند الإمام أحمد بن حنبل: ج 28 ص 591.

١٣. الأحزاب، الآية: 59.

١٤. النساء، الآية: 34.

١٥. الأحزاب، الآية: 59.

١٦. التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج، د .وهبة بن مصطفى الزحيلي، دار الفكر المعاصر – دمشق، الطبعة: الثانية، 1418 ه: ج 22 ص .110

١٧. سنن الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279ه) تحقيق وتعليق: أحمد محمد شاكر والآخرون، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، 1395 ه? – 1975 م: ج 3 ص .468

١٨. التفسير المنير: ج 22 ص .13

References:

Bilal M, Khan RA, Danial K (2015) Hijama improves overall quality of life in chronic renal failure patients: A pilot study. Pak J Pharm Sci. Sep;28(5):1731-1735.

Ginger Evans, MD Edited By Douglas S. Paauw (2014) Identifying and Treating the Causes of Neck Pain Common Symptoms in the Ambulatory Setting Medical Clinics of North America Volume 98, Issue 3, May, Pages 645661

H.S. Khan, P.W. Stroman, (2015) Inter-individual differences in pain processing investigated by functional magnetic resonance imaging of the brainstem and spinal cord Neuroscience Volume 307, 29 October, Pages 231241

Jean-Christophe A. Leveque, MD, Bintu Marong-Ceesay, MS, Teresa Cooper, MN, MPH, Chris R. How, MD. (2015) Diagnosis and Treatment of Cervical Radiculopathy and Myelopathy. Physical Medicine and Rehabilitation Clinics of North America Volume 26, Issue 3, August, Pages 491511

and sterilized gauze was placed with medicated tape. (Bilal et al., 2015)

Results: Table 1 reveals the comparison between the numeric pain rating scale for cervical pain before and after hijama. Results on this scale after hijama showed highly significant decline i.e. 4.21± 0.17 as compared to before hijama i.e. 7.71 ± 0.17.

Table 1: Comparison of NPRS in patients of cervical pain

Parameter	Before Hijama	After Hijama
Numeric pain rating scale	4.211± 0.17	7.707 ± 0.17**

N=116 Average values ±S.E.M

*p value<0.05 significant as compared to control

**p<0.001 highly significant as compared to control

Discussion: There were outstanding results in the patients of cervical pain experiencing pain due to spondylosis and pinching of cervical nerve. The pain was relieved in 3 sessions on average. In some of the patients the result was not remarkable and there were a few patients who did not respond to Hijama at all. There was no reporting of worsening of symptoms.

Conclusion: Hijama was found to be effective in relieving cervical pain. A prominent feature observed in the current study was safety i.e. no side effects were reported by any of the patients. Another important feature was its efficacy which was highly encouraging as much as hijama can be recommended in as a sole remedy in the case of cervical pain. We can safely conclude that act upon Sunnah way of life ensures a healthy lifestyle which is a dire need in post Corona world.

trauma, subarachnoid hemorrhage, lymphadenitis, thyroid trauma, and tracheal trauma (Ginger , 2014).

Materials and Methods:

The study was designed to evaluate the therapeutic effectiveness of hijama in cervical pain at Aligarh Shifa Hospital after the consent of their ethical committee. The patients were asked to fill a consent form duly signed acknowledging their free will to participate in the study. The patients who were severely anemic, i.e. hemoglobin level below 8 were excluded from the study. 116 male patients between the ages of 30 to 60 year were recruited randomly for this study. Procedure of hijama was done on neck, upper back, shoulders, scapula and arm joint. The procedure was repeated three times with an interval of a month. Hence the total duration of the study was 3 months.

Inclusion Criteria: Patients with pain secondary to muscular spasm and cervical nerve compression were selected for the study. Pain was measured by numeric pain rating scale (0-10).

Exclusion Criteria: The patients who had cervical pain due to trauma resulting in bone fracture were excluded from the study.

Procedure of Hijama: The technique of Hijama used during the study is as follows: The selected site on the body was cleaned with 75% alcohol swabs.

A sterilized vacuum cup was placed on the site and vacuum was created using a manual vacuum pump, enough to cause the cup to adhere to the skin. The cup was removed after 5 minutes and superficial incisions were made with the help of sterilized surgical blade and the cup is placed again to induce suction. The cup was removed after 5-10 minutes. The subcutaneous blood collected in the cup was readily discarded along with the cup. The incised area under the cup was cleaned with medicated wipes and honey was applied for antiseptic purposes

wet cupping therapy. This mode of treatment is popular in China, UK, Iran, Pakistan, India , Germany and many other countries. The mechanism of action of this mode of treatment lies in the removal of sub cutaneous blood at various sites on the body. The site is selected according to the disease. The detailed procedure of hijama is discussed in the section of materials and methods.

Neck pain may arise in any part of the neck including, muscles, nerves, vertebral bones, intervertebral discs and joints. It is a very prevalent complaint now a days. Neck pain may happen due to muscular stiffness in neck and upper back, or compression of the nerves arising from the cervical vertebrae. Joint disorder in the neck or upper back may result in neck pain (Khan and Stroman, 2015).

There are numerous structures in the neck which may contribute to the neck pain for instance; vessels, nerves, trachea, pharynx. The pain may be muscular or skeletal in nature. Moreover it may radiates from other areas of the body (Jean et al., 2015).

Possible causes of neck pain (according to severity) are listed below:

- Dissection of Carotid artery
- Acute coronary syndrome
- Neoplasm in head and neck.
- Different abscess and infections in neck structures as retropharyngeal, epiglottitis.
- Herniation or protrusion of intervertebral discs.
- Spondylosis
- Stenosis of the spinal canal
- Some less severe causes of neck pain include:
- Stress
- Poor postures of sleeping and sitting
- Injuries and falls
- Referred pain of upper back
- Muscular strain
- Whiplash or severe jerk to neck.
- Herniation of disc
- Ccompressed nerve

Some other causes may lead to neck pain as sleeping posture, torticollis, head Injury, rheumatoid arthritis, congenital cervical rib, mononucleosis, rubella, certain cancers, ankylosing spondylitis, cervical spine fracture, esophageal

A SUNNAH WAY OF TREATMENT, HIJAMA IS CURATIVE IN CERVICAL PAIN

Muhammad Bilal[1], Rafeeq Alam Khan[2]

Abstract:

Hijama, an a sunnah way of treatment, recommended by Muhammad which is enjoying its resurgence in modern era by different names including wet cupping therapy, bukkam, beguan etc in different regions of the world, is being studied enthusiastically as the practitioners claim it bears no side effects and is effective in treating many conditions including those which are not cured through the conventional system of medicine.

In the current study effectiveness of hijama was assessed in the treatment of cervical pain, a very common condition now a days due to day by day increasing usage of smart phones and tablets etc. in addition to other conventional causes.

116 male patients between the ages of 30 to 60 year were recruited randomly for this study. Procedure of hijama was done on neck, upper back, shoulders, scapula and arm joint. The total duration of the study was 3 months.

Results were remarkable as after hijama there was a highly significant decline in the value of NPRS i.e. 4.21 ± 0.17 as compared to before hijama i.e. 7.71 ± 0.17.

Conclusion: hijama was found to be very effective with almost no side effects in the treatment of Cervical pain and may be employed as a sole remedy for cervical pain.

Key words: hijama, cupping therapy, Cervical pain, cervical spondylosis, cervical nerve, NPRS(Numeric pain rating scale)

Introduction:

Hijama is an alternative mode of treatment which is also know by the name of

1: Dr. ,PhD research scholar Department of Pharmacology, Faculty of Pharmacy and pharmaceutical sciences, University of Karachi.

2: Dr. Meritorious Professor and dean, Faculty of Pharmacy and pharmaceutical sciences, Ziauddin Medical University, Karachi.

COMPARATIVE STUDY ABOUT THE RIGHTS OF WOMAN

DR. SARDAR AHMED
DR. KHALIL AHMED

Abstract

Religion Islam has brought a message of observency and protection of rights for humanity. Before Islam, every weak class of society was under force of stronger society. In the history of humanity, it has been two different facts, the observency and the females. The women in the West had to go through a long struggle to get her rights, even though she did not succeed in getting her rights.

In this article, the monographist has described the place of women in the best way from Islam's perspective, and has proven that Islam has given women religious, social, legal laws, constitutional, political and administrative rights and there is also guarantee of rights. But it is a surprise that, when Western Scholars today hold the History of women rights, they ignore Islam's historical services and unique role in this chapter.

Islam's arrival was a message of freedom from the bonds of slavery, humiliation and cruelty for women. Islam eliminated the fortune of all kinds of rituals which were profane to the women's human rights and gave them the rights through which they got the right respect and observency in the society. Islam also guarantees honor, supremacy, prestige and basic rights like males to females based on a civilization, where each person is an active part of the society. And in the Islamic society, due to the blessings of women rights, contributing to social, political and administrative fields contribute to society's social development.

The Monographist has debated on the topic "What West has given to Women". The whole discussion has proved that Islam has given the rights which West has not given to women, and has proven that the Western women work on, which is not her responsibility. It does not matter what it is. She goes out to work etc. The narrator also described the disadvantages of mixed gatherings in this article. And Islam never stopped the women from studying, but also allowed her to read, and scholars for her have described some conditions. The monographist has described some of the conditions necessary for these conditions, and finally described the results of the article.

THE CONCEPT OF ISLAMIC WELFARE STATE AND RIYASAT E MADINA IN THE LIGHT OF SEERAH ﷺ

Humaira Israr

Abstract

In this paper, the foundational rules governing human, economic and financial development in Islam, as understood from the Quran and from the life and traditions of the Prophet Muhammed (SAW), are summarized. The Prophet (SAW) established state of Madina as an ideal state of Islam and revolutionized every aspect of human life. A society that is riven by racial, linguistic and class divides cannot progress. Holy Prophet (SAW) brought economic revolution and provided economic stability to the state. Holy Prophet (SAW) gave the first written constitution to the humanity in the form of Madina Pact.

The Holy Prophet (SAW) made the state of Madina the hub of peace and described it is an ideal state for the Muslims. He also brought about social revolution in the state of Madina and did away all discriminations and described piety as the sole criterion among the faithful. It is the fact that modern states are facing big challenges. The first one is to determine daily necessities and impartidly provide requisite quantity to society. The other one is to make sure accessibility of resources to populace. Least populated states under western democracy acquired the target to fulfill basic necessities of citizens, but it is impossible in capitalist and populous society. Although Islamic scholardom revitalize again darkening world. Islamic economic system itself consists of organizations, institutes and social values that exemplify the production, exchange and consumption of goods and services. Those who follow Islam are encouraged to lead a life of material gain in a way that it shows respect for others, makes their place secure in world, and provides a source of happiness for their families.

ENVIRONMENTAL POLLUTION AND OUR RESPONSIBLITIES IN THE LIGHT OF SEERAH ﷺ

Dr Hafiz Muhammad Sohil Shafiq

Abstract

Islam gives the complete code of life. It is the guarantor of man's religious and otherworldly welfare and spiritual and physical health and well-being. Allah Almighty and His Messenger Muhammad (SAW) have given man a complete and comprehensive education to maintain and protect his health. The importance of a clean and healthy environment for human physical health and better development cannot be denied. Allah Almighty has created this universe with a special balance. This balance is both the beauty of the universe and the guarantor of its survival. Islam recognizes the equal right of all human beings in the world to natural resources. In the same way, the right of future generations to these natural resources must be protected.

The teachings of Islam regarding environmental protection should be kept in mind so that the world does not face environmental problems and the balance of the universe is not disturbed. We have to fulfill our responsibilities in the light of the teachings of the Holy Prophet (SAW).

This article throws light on the teachings Holy Prophet Muhammad (SAW) and our responsibilities regarding the environmental problems and their solutions.

Key Words: Quran, Sunnah, Environment, pollution, natural resources

MULANA MAUDUDI's NARRATIVE OVER CROSS OF CIVILIZATION

Asia Imran

Abstract

The current era is highly known as the era of the encounter among leading civilization. A number of norm School of thought and theories are observed to have encounter with each other in many ways. This tussle creates disharmony and threat for upcoming future of humanity. Maulana Maududi has a prominent place in contemporary Islamic movements. The figures who are invading the revival movements of Muslims are making the figures of the Islamic world the center of discussion. They seem to be grateful to Maulana Maududi for his services other Maulana Maududi's views of the “clash of civilization” need to be examined.

al-Habbari, a local Arab resident of Sindh, was appointed as Ruler of Sindh, under whom the region became semi-independent from the Abbasid Caliphate.

The general picture which emerges from this account is that the Arab conquest of Sindh converted this region into a center of Islamic culture which produced poets, theologists, Sufis, Reformers; opening the way for new cultural contacts between the Muslims and Hindus.

In 771, a group of Sindhi scholars visited Baghdad along with some books which were translated into Arabic for the Khalifa. And The Quran, which was also translated into Hindi language for a Raja.

In the era of Arab Salateen Arabic language was very dominant, so much so that all official correspondence was done in Arabic. Much of the Arabic vocabulary also was incorporated in Sindhi and other Indian Languages under the Umayyad dynasty.

In this article it is discussed how Arabic language came in the subcontinent and the way it developed and grew in the region.

EVOLUTION OF ARABIC LANGUAGE IN THE SUBCONTINENT: A BRIEF HISTORICAL ANALYSIS

Dr. Jahan Ara Lutfi

Abstract

Trade relations between Arabs and the Subcontinent have existed before recorded history. Arab sailors first docked at Indian ports to acquire trade of spices in pre-Islamic era as early as 50 CE.

In 711 the Arab Muslim Umayyad commander Muhammad Bin Qasim invaded and conquered te western Indian provinces of Sindh. After which the Arab Muslims settled there, and with through this colonization of Sindh came India's first substantial and sustained contact with both the religion of Islam and the Arabic Language.

The Muslim settlement in the propagation of Islam should not be underestimated. Every settlement had at least a mosque and generally a well-trained scholar attached to it as "Imam".

The conquest of Sindh opened the way for new cultural contacts between the Muslims and Hindus. As the Arab Travelers have mentioned in their writings, the people of Multan both Muslims and non-Muslims dressed alike. Arabic and Sindhi were the languages they commonly used. Arabic and Sindhi were also spoken in other important towns of sindh such as Debol, Bhroch, Arror, Mansoora.

One of the most common uses of Arabic in Subcontinent included Quranic recitation, and also was an integral part of the mandatory prayers (Namaz) for which they had to memorize Suras. Thus the religious needs of Indian and Sindhi Muslims gave rise over the centuries to a large number of religious schools for memorizing the Quran, called "Madrasa", for Muslim students.

A new era in the history of Sindh began in 841 CE when Umer-ibn-Abdul Aziz

Contents

Abstracts		VI
A sunnah way of treatment, Hijama is curative in cervical pain	Dr. Rafeeq Alam Khan Dr.Muhammad Bilal	XIII

Note: Majallatul Mohsanat may not agree with the opinion of the authors of the published matter .All responsibility regarding the opinion presented and accuracy of the subject matter lies with the author concerned.

Editorial Board

Editor: Dr.Abida Sultana
Assistant Editor: Shaista Fakhri

Dr.Mulana Sajid Jameel — *Sheikh ul Hadees*
Dr.Sohail Shafiq — *Associate Professor Dept. of Islamic History. University of Karachi*
Dr.Jahan Ara Lutfi — *Assi. Professor Sheikh Zayed Islamic Centre Karachi*

International Advisory Board

Dr. Anwarullah — *Islamic Da'wah Centre Brunei*
Prof. Dr. Abu Sufyan Islahi — *Head of Arbic Dept Aligarh Muslim University India*
Dr. Manazir Ahsan — *Islamic Foundation England*
Dr. Abdul Wadud — *Chairman Dept. Islamic Learning Jaganaath University Dhaka*
Prof. Dr. S.Kafeel Ahmad Qasmi — *Chairman Dept of Arbic Aligarh Muslim University India*
Prof. Dr. Pervaiz Nazir — *University of Cambridge England*
Prof. Dr. Towqueer Falahi — *Chairman SunniTheology Aligarh Muslim University India*
Dr. Asif Naveed — *Director Islamic & Culture Institute Germany*
Dr. Moulana Shabbir Ahmed — *Principal Australian School Of Islamic Information Australia*
Dr. Syed Abdul Majid Ghouri — *Senior Research Fellow International Islamic University Malayasia*
Dr. Alam Khan — *Assistant Professor Faculty Of Usoolud deen University Of Gumushane Turkey*

National Advisory Board

Dr. Dost Muhammad — *Director Sheikh Zayed Islamic Centre Peshawar*
Dr. Hissan-ud-din Mansoori — *Ex.Dean Faculty Islamic Learning University of Karachi*
Dr. Ismatullah — *Chairman Dept of Fiqh International Islamic University Islamabad*
Dr. Hafiz Muhammad Sani — *Chairman Dept of Quran O Sunnah Urdu University, Karachi*
Dr. Sanaullah Bhutto — *Ex Dean Faculty Of Islamic Studies Sindh University*
Dr. Udaid Ahmed Khan — *Dept Of Usoolud deen University Of Karachi*
Dr. Abdul Hayee Abro — *Director General Sharia Academy, Islamic University*
Dr. Bashir Ahmed Rind — *Chairman Dept of Islamic Culture Sindh University*
Dr. Musab Iftikhar — *Assistant Professor Dept Of Shariat Islamic University*
Arshad Ahmed Baig — *Director Organizational Development &Support Riphah University*
Prof.Surayya Qamar — *Chairperson Dept of Islamic Studies Jinnah University for Women Karachi*

ISSN 2523-1111

MAJALLATUL MOHSANAT

Educational & Research Journal

English - Urdu - Arabic

HEC Recognized

Issue: 7
July - December 2020

Editor

Dr. Abida Sultana

Research Department
Jamia'a Tul Mohsanat Pakistan
R-8, Block 8, opposite Gulshan - e -Shamim FB Area, Karachi.
Tel.: 021-36371124 0331-3340957
Email: almohsanatresearch@gmail.com Web: www.mohsanat.edu.pk
https://www.facebook.com/mohsanat1

بسم الله الرحمن الرحيم

ISSN 2523-11 11

MAJALLATUL MOHSANAT

Educational & Research Journal

Issue 7
HEC Recognized
December 2020

Research Department
Jamia'a Tul Mohsanat Pakistan